

خلافت شریعہ کے لیے قرشی ہونا شرط ہے

# دوامِ لغت

فی الامم من قریش

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قادری طوی قدس

الرائیں پبلشرز۔ ملتان وڈ لاہور



خلافتِ شرعیہ کے لیے قرشی ہونا شرط ہے

# دوامِ اہلسنی

فی الامم من قریش

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قادری طوی مدنی

تقدیم: پروفیسر محمد مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی

الاسٹریٹ نیپلش فرارڈو بازار، لاہور



کتاب : ————— دوام العیش فی الائمۃ من قریش

تصنیف : ————— اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خاں قدس سرہ

ناشر : ————— مستنار احمد قادری

ترتیب : ————— محمد عاشق حسین ہاشمی خوشنویس

تعداد : ————— ایک ہزار

اقتضایہ : ————— پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مطبع : —————

سن اشاعت : ————— ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء

ہدیہ : ————— روپے ۵۰/-

ملنے کا پتہ

مکتبہ رضویہ  
۱۱۱۔ اچنت گڑھ  
لاہور انجن شینڈ

مکتبہ قادریہ  
جامعہ نظامیہ رضویہ  
اندرون لوہاری روارہ لاہور

مکتبہ شبیر فیہ  
مرید کے  
شیخ پورہ پاکستان



# افتتاحیہ

## ”دوام العیش فی الائمة من قریش“

۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء

(۱)

امام احمد رضا اپنے وقت کے عظیم مدبر اور غیر سیاست دان تھے۔ سیاسی معاملات میں سلامت روی، اعتدال پسندی، مال اندیشی اور تدبیر و تحمل کے قائل تھے۔ انہوں نے اس منتشر قوم کی شیرازہ بندی کی جس نے ۱۸۵۷ء میں مینار عظمت و شوکت زمیں بوس ہوتے دیکھا تھا، ان کے سیاسی افکار و نظریات کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل رسائل و کتب کا مطالعہ ضروری ہے:

- ۱۔ النفس الفکر فی قریان البقر ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء
- ۲۔ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء
- ۳۔ تدبیر اصلاح و نجات و اصلاح ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء
- ۴۔ دوام العیش فی الائمة من قریش ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
- ۵۔ المحبۃ المومنین فی ایۃ الممتحنہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
- ۶۔ الطاری الداری لہفوات عبدالباری ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

ان رسائل کے مطالعہ سے مندرجہ نکات سامنے آتے ہیں:

- ۱۔ امام احمد رضا، سیاسی مصلحتوں کی بنیاد پر شریعت کے کسی حکم سے اعراض کرنے کیلئے آماد نہ تھے۔
- ۲۔ سیاسی معاملات میں اشتعال انگیزی اور جذباتیت کو پسند نہ کرتے تھے۔



۳۔ قوم پرستانہ سیاست پر وحدت ملی کو قربان کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔

۴۔ یہود و نصاریٰ، ہندو و آتش پرست، بلکہ تمام مرتدین و مشرکین کو مسلمانوں کا بدخواہ سمجھتے تھے اور ان سے سیاسی مفاہمت کو مسلمانوں کے لیے مفرد غیر مفید۔

اس وقت امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت پر سیر حاصل لکھنا مقصود نہیں، بلکہ رسالہ "دوام العیش" کا سرسری جائزہ لینا ہے۔ اس رسالے کے مطالعہ سے امام احمد رضا کے سیاسی فکر کے بعض گوشے سامنے آتے ہیں۔ اس میں مسئلہ خلافت پر بحث کی گئی ہے۔ اس مسئلے میں امام احمد رضا کو ابوالکلام آزاد اور اپنے دوست مولانا عبدالباری فرننگی محلی سے سخت اختلاف تھا۔ لے امام احمد رضا کے خیال میں ان دونوں حضرات نے سیاسی مصالح کی بنا پر شرعی حدود سے تجاوز کر کے مسئلہ خلافت کو غلط رنگ میں پیش کیا تھا۔

رسالہ "دوام العیش" ۱۹۲۲ء میں بریلی میں چھپا اور وہیں سے شائع ہوا۔ امام احمد رضا کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب نے ۱۳ صفحات پر مشتمل ایک دیباچے کا اضافہ کیا ہے۔ صفحہ ۱۴ سے ۷۶ تک اصل رسالہ ہے، رسالے کا موضوع خلیفہ اسلام کے لیے شرط قرشیت ہے۔ امام احمد رضا، شرعی نقطہ نظر سے قرشیت کو خلیفہ کے لیے لازمی شرط قرار دیتے تھے، لیکن ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالباری فرننگی محلی اس کو لازمی نہیں سمجھتے تھے۔

تحریک خلافت (۱۹۲۰ء) کے زمانے میں امام احمد رضا سے اس سلسلے میں استفسار کیا گیا، اور جواب دینے کے لیے اصرار کیا گیا جس کا اصل مقصد امام احمد رضا کو بدنام کرنا تھا۔ سب کو معلوم تھا کہ امام احمد رضا غور و فکر کے بعد جو رائے قائم کر لیتے ہیں، اس میں مشکل ہی سے لچک پیدا ہوتی ہے۔ امام احمد رضا کی اس خوبی اور اصابت رائے کا ذکر ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بھی اس طرح کیا تھا:

لے ابوالکلام آزاد (دم ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۵ء) اور مولانا عبدالباری فرننگی محلی (دم ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۳ء) نے تحریک خلافت

(۱۹۱۹ء) اور تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء) میں اہم کردار ادا کیا اور سیاسی جدوجہد میں سٹرگانہ دھی



”مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے، اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے۔

یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے، لہذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کہیں تبدیلی یا رجوع کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم، امام احمد رضا سے ذاتی طور پر بھی متعارف تھے، چنانچہ بقول شاہ مانا میاں قادری، انجمن نعمانیہ لاہور کے ایک اجلاس میں یہ دونوں حضرات موجود تھے۔ بہر کیف عرض یہ کرنا ہے کہ امام احمد رضا کے مخالفین کو ان کی صلاحیت و اصابت رائے کا اندازہ تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ مسئلہ خلافت میں ان کو اراکین تحریک خلافت سے اختلاف ہے اس لیے اور اصرار کیا گیا، مگر امام احمد رضا نے خاموشی اختیار کی اور ترکوں کی حمایت و تائید کے لیے جو طریقہ کار وہ جائز اور ضروری سمجھتے تھے، اس پر عمل کیا۔ مخالفین نے امام احمد رضا کی اس عاقبت اندیشانہ خاموشی کو انگریزوں کی خیر خواہی پر محمول کیا، لیکن تاریخی حواشی نے کھرا اور کھوٹا الگ کر دیا ہے اور اب ہم حتمی طور پر کوئی رائے قائم کر سکتے ہیں۔

۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے ایک خطبے اور ابوالکلام آزاد کے رسالے ”جزیرۃ العرب“ کے بارے میں بعض استفسارات آئے جس کے جواب میں امام احمد رضا نے رسالہ ”وام العیش“ تحریر فرمایا اور ایک مقدمہ و تین فصلوں پر ترتیب دیا۔ تیسری فصل کی بحث سوم شروع کی تھی کہ دوسرے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ پھر دوسرے ہی سال ۱۹۲۱ء میں انتقال فرما گئے۔

ایک سال بعد ۲۵ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء کو یہ رسالہ بریلی سے شائع ہوا جبکہ خود ترکوں کے ہاتھوں خلافت کا دامن تار تار ہو چکا تھا اور ہندوستان میں مسٹر گاندھی نے بڑی چابک دستی سے ایک دوسرا بہانہ بنا کر تحریک ترک موالات ختم کر دی تھی۔ تحریک خلافت، تحریک ترک موالات کی اساس تھی، جس کو ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے اپنے سیاسی اغراض و مقاصد



کے تحت شروع کیا تھا۔ مناسب مقام پر ان دونوں تحریکوں کے متعلق قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

جیسا کہ عرض کیا گیا رسالہ دوام العیش، بعض استفسارات کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ یہ استفسارات ایک استفتاء کی صورت میں امام احمد رضا کے سامنے پیش کیے گئے تھے، اس استفتاء میں تین سوالات ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے :

۱۔ مسلمانوں پر سلطنت عثمانیہ کی اعانت لازم ہے یا نہیں؟

۲۔ فرضیتِ اعانت کے لیے سلطان کا قرشی ہونا یا خلیفہ شرعی ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

۳۔ ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالباری قرنی محلّی کے نزدیک خلافتِ مشرعیہ کے لیے قریشی شرط نہیں، یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ اے

پہلے اور دوسرے سوالات کے جواب میں امام احمد رضا نے فرمایا:

”سلطنتِ علیہ عثمانیہ ایدھا اللہ تعالیٰ نہ صرف عثمانیہ، ہر سلطنتِ اسلام  
نہ صرف سلطنت، ہر جماعتِ مسلمان، نہ صرف جماعت، ہر فردِ اسلام کی خیر خواہی  
ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس میں ”قرشیت“ شرط ہونا کیا معنی؟ دل سے خیر خواہی  
مطلقاً فرض عین ہے۔“ لے

تیسرے سوال کے جواب میں فرمایا:

”البتہ اہل سنت کے مذہب میں خلافتِ شرعیہ کے لیے ضرور قریشیت“

شرط ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں ہیں،

اسی پر صحابہ کا اجماع ہے ..... مگر شرعاً خلیفہ یا امیر المؤمنین ..... ہر

بادشاہ قرشی کو بھی نہیں کہہ سکتے، سوا اس کے جو ساتوں شرط خلافت اسلام

۱۔ احمد رضا خاں: "دوام العیش" مطبوعہ بریلی ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء ص ۱۳ (ملخصاً)



عقل، بلوغ، حریت، ذکورت، قدرت، قرشیت سب کا جامع ہو کر تمام

مسلمانوں کا فرماں روا ہے اعظم ہو۔ ۱

اس وضاحت کے بعد امام احمد رضا نے مودر خانہ انداز میں تاریخ اسلام کا اجمالی جائزہ لیا ہے اور حقائق و شواہد کی روشنی میں یہ بتایا ہے کہ ہر دور میں "قرشیت" کو خلافت شرعیہ کے لیے شرط سمجھا گیا ہے۔ یہ بحث صفحہ ۱۵ سے ۲۵ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے بعد مقدمہ میں "خلیفہ" اور "سلطان" کے فرق کو واضح کیا ہے اور دونوں کے لوازم و شرائط پر بحث کی ہے اور مندرجہ ذیل نکات بیان کیے ہیں :

۱۔ خلیفہ حکمرانی و جہان بنانی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب مطلق، تمام

اُمت پر ولایت عامہ والا ہے۔ ۲

۲۔ خلیفہ کی اطاعت، غیر معصیت الہی پر تمام اُمت پر فرض ہے جس کا منشا خود

اس کا منصب ہے۔ ۳

۳۔ خلیفہ نے جس مباح کا حکم دیا، حقیقتہً فرض ہو گیا، جس مباح سے منع کیا، حقیقتہً

حرام کیا گیا۔ ۴

۴۔ خلیفہ ایک وقت میں تمام جہان میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین دس

ملکوں میں دس۔ ۵

۱۔ احمد رضا خاں : "دوام العیش" مطبوعہ بریلی ص ۱۵۴

۲۔ " " " " ص ۲۵

۳۔ " " " " " "

۴۔ " " " " " "

۵۔ " " " " " " ص ۲۶



۵۔ کوئی سلطان اپنے انعقادِ سلطنت میں دوسرے سلطان کے اذن کا محتاج نہیں،

مگر ہر سلطان اذنِ خلیفہ کا محتاج ہے۔ ۱۷

۶۔ خلیفہ بلا وجہ شرعی کسی بڑے سے بڑے سلطان کے معزول کرنے سے معزول

نہیں ہو سکتا۔ ۱۸

۷۔ سلطنت کے لیے قرشیت "درکنار حریت" بھی شرط نہیں، بہتیرے غلام بادشاہ

ہوئے۔ ۱۹

مقدمے کے بعد امام احمد رضا نے فصلِ اول قائم کی ہے جس میں احادیث متواترہ

اجماع صحابہ و تابعین و ائمہ اُمت و مذہب اہل سنت سے شرطِ قرشیت کا ثبوت پیش کیا ہے۔

اس سلسلے میں پہلے کتب عقائد کے حوالے دیے ہیں۔ ۲۰ پھر کتب حدیث کے حوالے دیے ہیں۔ ۲۱

اس کے بعد کتب فقہ حنفی وغیرہ سے ۲۲ اس طرح تقریباً پچاس حدیثیں اور کتب عقائد،

تفسیر، حدیث و فقہ کی بالوے عبارتیں اپنے موقف کی تائید میں پیش کی ہیں۔

فصلِ اول کے بعد صفحہ ۲۳ سے دوسری فصل شروع ہوتی ہے جس میں پہلے اپنے

دوست ~~محمد عبد العزیز~~ فرنگی محل کے خلیفہ سدارت کے خلاف و قرشیت سے متعلق خصلت پر تنقید

کرتے ہوئے ان کا تعاقب کیا ہے اور ان کے علمی و فقہی تسامحات کی گرفت کی ہے۔ ۲۴

۱۷ احمد رضا خاں، "دوام العیش" مطبوعہ بریل ص ۲۷

۱۸ " " " " " "

۱۹ " " " " " "

۲۰ " " " " " " ۲۸-۳۳

۲۱ " " " " " " ۳۳-۳۶

۲۲ " " " " " " ۳۴-۴۲

۲۳ " " " " " " ۴۳-۶۳



تیسری فصل میں ابوالکلام آزاد کے رسالے "خلافت" کے مندرجات پر تنقید کرتے ہوئے ان کی قیاسی لغزشوں کی گرفت کی ہے۔ لے

امام احمد رضا، مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو تو علماء میں شمار کرتے تھے، مگر ابوالکلام آزاد کو خاطر میں نہ لاتے تھے جس کا اندازہ اس جملے سے ہوتا ہے،

”کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چیز ہے اور حدیث وفقہ کا سمجھنا اور۔“

وہ من کا ترجمہ "سے" اور الی کا ترجمہ "تک" کر لینے سے نہیں آتا۔ ۷۲

مسئلہ خلافت پر امام احمد رضاؒ نے جو موقف اختیار کیا تھا، خود ترکی کے انقلاب (۱۹۲۲ء) نے اسے سچ کر دکھایا۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے سلطان ترکی عبدالحمید خان کو معزول کر دیا حالانکہ خلیفہ کسی کے معزول کرنے سے معزول نہیں ہوتا۔ انہوں نے سلطان عبدالحمید خاں کو بادشاہ سمجھ کر ہی معزول کیا اور یہی امام احمد رضاؒ کا کہنا تھا کہ عبدالحمید خلیفہ نہیں، بادشاہ ہیں۔ بہر کیف مصطفیٰ کمال پاشا نے ان کو معزول کر دیا۔

اخبار شہید مہم، لکھنؤ کی اطلاعات کے مطابق یہ حقائق سامنے آتے ہیں:

۱۔ جمعیت عالیہ انگورہ نے ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں سلطانِ معظم کو معزول کر دیا ہے۔

۲۔ انگورہ نے قانون پاس کر دیا ہے جس سے حکومتِ سلطانی معدوم ہو جائے گی۔

۳۔ جمعیت ملیہ نے سلطان کی جانشینی کے لیے کسی کو نامزد نہیں کیا ہے اور بلا لحاظ اور عیادت

خلدان عثمانیہ فرمانروائے قوم منتخب کرنے کا حق جمعیت ملیہ نے اپنے لیے محفوظ رکھا ہے۔ ۵۵

۱۔ احمد رضا خان: "دوام العیش" مطبوعہ بریلی ص ۶۳ - ۷۶

٤٩ ص     "     "     "     ٥٢

۳۰ اخبار سیدم الکونین شماره ۷، نومبر (۱۹۲۲ء) (مخلصاً)

*[Faint handwritten marks]*

11 11 11 11



آپ حضرات نے اخبارات میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ یہ خود ہمارے ترک بھائی  
غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور ان کے ہمراہی نصر ہم اللہ نصرہ عزیزاً،  
سلطان معظم خلد اللہ تعالیٰ ملکہ و سلطنتہ کو خلیفہ شرعی نہیں جانتے۔ لہ  
تاریخی حقائق و شواہد کی روشنی میں دیکھا جائے تو امام احمد رضا کے افکار و خیالات میں  
وزن معلوم ہوتا ہے۔ جب جذباتیت کے بادل چھٹ گئے اور اعتدال کی ہوا چلی، تو بات سمجھ  
میں آنے لگی۔

مولانا مفتی محمد مصطفیٰ خاں صاحب اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

”اگرچہ چہرہ پُر نور مابتابِ صدق پر کذابوں کے کذب کی نہایت وحشت ناک  
تیزگیاں چھائیں اور رُوءے آفتابِ حق پر باطل کی سخت بھیانک اور خوفناک  
تاریکیاں اور کالی کالی ڈراؤنی بدلیاں آئیں، مگر ہمارے قلوب بفضلہ تعالیٰ مطمئن  
تھے۔ ہم سمجھے ہوتے تھے کہ یہ بھی کچھ روز کی ہوا ہے جو دم میں ہوا ہے، آخر کار وہی  
ہوا جس کا ہمیں شدت سے انتظار تھا، وہ دن آ ہی گیا، وہ تیرگی اور تاریکی  
کا فور ہوئی اور حق کا جگمگاتا، چمکتا، دمکتا پُر نور چہرہ، آفتابِ نصف النہار  
کی طرح آنکھیں خیرہ کرتا نکلا اور ایک عالم نے آنکھوں دیکھ لیا کہ حق یہ ہے“

باطل وہ تھا۔“ اے

مولانا مفتی محمد رضا خاں صاحب نے ان حضرات سے تین سوالات کیے ہیں جو



سُلطان عبد الحمید خاں کو خلیفہ شرعی تسلیم کرانے پر اصرار کرتے تھے :

۱۔ سُلطان مراد کی معزولی کے بعد عبد الحمید خاں سُلطان ترکی ہوئے۔ اگر سُلطان مراد

کو خلیفہ تسلیم کیا جائے، تو سُلطان عبد الحمید پر کیا حکم لگایا جائے گا؟

۲۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے سُلطان عبد الحمید خاں کو معزول کیا، اگر واقعی عبد الحمید خاں

خلیفہ تھے، تو مصطفیٰ کمال پاشا پر کیا حکم لگایا جائے گا؟

۳۔ جب سُلطان عبد الحمید خاں کی خلافت سے انکار کفر تھا، تو جس نے اس کو معزول

کیا، اس پر تو اس سے بڑا فتویٰ لگنا چاہیے تھا، مگر غازی مصطفیٰ کمال پر فتویٰ لگانے

کے بجائے ان کو مبارک باد کے تار بھیجے گئے۔

مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں ارکانِ خلافت سے پھر سوال کرتے ہیں :

”کیا ان کو باغی و کافر کہا جائے گا، جس طرح شریف مکہ ملک الحجاز کو

سُلطان کی اطاعت سے سرتابی پر باغی اور واجب القتل کا حکم لگایا جا چکا ہے؟

انسان کو چاہیے کہ بات کہنے اور کام کرنے سے پہلے اس کے مال و انجام

پہرہ رکھے، جس کا آخر حسن ہو، اسے اختیار کرے، ورنہ نہیں۔

تیرہ سو برس کے اجماعی اتفاقی مسئلے میں اختلاف کا حاصل سوائے

تشت و افتراق بین المسلمین اور کیا تھا۔ ترکوں کو اس سے کچھ فائدہ

نہ پہنچا، ہاں اختلافِ مسلمین میں ایک اور اضافہ ہو گیا۔“ لہ



(۲)

سیاسی جدوجہد کے کچھ داخلی اور کچھ خارجی عوامل ہوتے ہیں۔ ان عوامل کی تعمیر و تشکیل میں تاریخ اہم کردار ادا کرتی ہے، اس لیے تحریک آزادی کے تین فریق مسلمان، ہندو اور انگریز کے جذبات و احساسات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان و ہندوستان کی گزشتہ تاریخ پر طائرانہ نظر ڈالی جائے۔ تحریک خلافت اور پھر تحریک ترک موالات میں درپردہ یہی عوامل کارفرما نظر آتے ہیں۔

مطبوعہ تاریخ کے مطابق سرزمین پاکستان و ہندوستان پر گیارہ بارہ سو برس تک ہندو اور بدھ حکمران رہے، پھر آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمان آئے اور بارہویں صدی عیسوی تک شمالی پنج گئے۔ رفتہ رفتہ کشمیر سے لے کر اس کماری تک اور افغانستان سے لے کر برما تک کا وسیع و عریض علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں آگیا اور انہوں نے مجموعی طور پر تقریباً ایک ہزار برس حکومت کی۔ ہم دور عروج کو چھوڑتے ہیں، دور زوال کی بات کرتے ہیں، کیونکہ اس کے بعد ہی آزادی کے لیے پھر سے جدوجہد شروع ہوتی ہے۔

پاک و ہند میں اورنگ زیب عالمگیر کا دور حکومت، سلطنت اسلامیہ کا عہد شباب کہا جاسکتا ہے۔ ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۴ء میں اورنگ زیب کی وفات کے بعد دور زوال شروع ہوتا ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد بیگم بعد دیگرے پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے، پھر بعد محمد شاہ، بادشاہ۔

شاہ ایران، نادر شاہ کے حملے (۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸ء) نے سلطنت مغلیہ کو اور صدہ پھیلا  
احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں سے مقابلہ کر کے (۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۱ء) سلطنت کو سہارا دیا۔ شاہ عالم ثانی

لے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات سے متعلق تفصیلات کے لیے راقم کی کتاب تحریک آزادی ہند



کو دہلی کی بادشاہت سپرد کر کے چلا گیا۔ شاہ عالم کے بعد ۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء میں اس کا بیٹا اکبر شاہ ثانی، اس کے بعد ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء میں اس کا بیٹا ابو ظفر بہادر شاہ ثانی بادشاہ ہوئے، لیکن نام کے سوا ان کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا۔ وہ بھی ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۷ء میں ختم ہو گیا۔

اب انگریزی اقتدار کی طرف آئیے۔ سولہویں صدی عیسوی کے ختم ہوتے ہوتے انگریز ہندوستان پہنچ چکے تھے۔ ۱۰۰۹ھ / ۱۶۰۰ء میں ملکہ الزبتھ کی اجازت سے باضابطہ ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی گئی۔ سوڈیٹھ سو برس تک اس کمپنی نے صرف تجارت سے سرکار رکھا، لیکن پھر ملکی سلطنت کو کمزور دیکھ کر سلطنت و حکومت کے خواب دیکھے جانے لگے۔ چنانچہ سب سے پہلے ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۱ء میں کرناٹک پر انگریزی اثر قائم ہوا۔ ۱۱۷۱ھ / ۱۷۵۷ء میں بنگال بھی انگریزوں کے زیر اثر چلا گیا۔ ۱۱۷۸ھ / ۱۷۶۴ء میں کلکتہ سے دہلی تک اور ۱۲۱۴ھ / ۱۷۹۹ء میں میسور سے ہمالیہ کی ترائی تک انگریزوں کے زیر اثر چلا گیا۔ ۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء میں سندھ پر قبضہ ہو گیا۔ ۱۲۶۶ھ / ۱۸۴۹ء میں پنجاب پر۔ اور ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۳ء میں برما پر اور ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء میں اودھ پر۔ اس طرح کشمیر سے راس کماری اور درہ خیبر سے برما تک انگریزوں کا راج قائم ہو گیا۔ ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں نے سنبھال لیا مگر تیرجستہ واپس نہ آسکا۔

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا راج ختم ہو گیا اور انگلستان کی حکومت نے پاکستان اور ہندوستان کا انتظام خود اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ یہ تھی غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال اور انگریزوں کے عروج کی داستان۔

ہندو چونکہ مسلمانوں سے قبل غیر منقسم ہندوستان پر حکومت کر چکے تھے، اس لیے مسلمانوں کے دور سلطنت ہی سے سیاسی سطح پر ابھرنے کی کوشش کرتے رہے۔ مسلمانوں کے زوال نے ان کو اور زیادہ فعال بنا دیا اور اب وہ اپنے اقتدار و حکومت کی باتیں سوچنے لگے۔



انگریز کی نگاہوں میں صرف مسلمان تھے، اس لیے ہندوؤں کی جدوجہد کے لیے میدان اور ہموار ہو گیا، پھر بھی وہ محتاط رہے اور آڑے وقت مسلمانوں ہی کو آگے کرتے رہے اور مسلمانوں کو آگے رہ کر کام کرنے میں کبھی باک محسوس نہیں ہوا۔

بہر کیف ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی جس میں ایک انگریز آر۔ اے بیوم نے اہم کردار ادا کیا۔ ہندوؤں نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مسلمان بھی شریک ہوئے، لیکن بال گنگا دھر تلک اور بین چندر پال جیسے ہندو لیڈروں کے عزائم نے ان کو متنبہ کر دیا۔ ان لیڈروں کے یہ عزائم تھے کہ جزیرہ نما تے پاکستان و ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے تک ہندو تہذیب و تمدن کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا جائے، چنانچہ ۱۹۱۰ء میں کانگریس اعتدال پسند اور انتہا پسند دو گروپوں میں بٹ گئی۔

۱۹۰۴ء میں لارڈ کرزن کے زمانے میں بنگال کو مشرقی اور مغربی دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا، جس سے مسلمانوں کو فوائد حاصل ہوتے، مگر یہ بات ہندوؤں کو ناگوار معلوم ہوئی اس ناگواری سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ غیر منقسم ہندوستان میں وہ مسلمانوں کو کوئی ایسی رعایت دینے کے لیے تیار نہ تھے جس میں مسلمانوں کا فائدہ ہو۔ بہر کیف تقسیم بنگال کی منسوخی کی کوشش کی گئی اور بالآخر ۱۹۱۱ء میں لارڈ ہارڈنگ کے زمانے میں تقسیم بنگال کو منسوخ کر دیا گیا اور دارالحکومت کلکتہ سے دہلی لایا گیا۔

تقسیم بنگال کی منسوخی سے ہندوؤں کے حوصلے بڑھ گئے۔ چنانچہ انہوں نے مارلے منٹو اصلاحات کے خلاف بھی پُر زور تحریک شروع کی جس میں مسلمانوں کو جدا گانہ انتخاب کی رعایت دی گئی تھی اور کانگریس نے منظور بھی کر لی تھی۔ چند سال بعد ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء میں یورپ میں پہلی جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ اس جنگ میں جرمنی، آسٹریا اور ترکی وغیرہ ایک طرف اور دوسری طرف انگلستان، فرانس، اٹلی، روس اور امریکہ تھے۔

برطانیہ کی طرف سے غیر منقسم ہندوستان کے تقریباً دو لاکھ ہندو مسلمان فوجی اس جنگ



میں شریک ہوئے۔ مصر، فلسطین، شام میں جو معرکے ہوئے، اس میں ہندوؤں اور مسلمان سپاہیوں کے ہاتھوں بہت سے ترک مسلمان بھی شہید ہوئے۔

دوران جنگ (۱۹۱۷ء/۱۳۳۵ھ) میں غیر منقسم ہندوستان کو بااختیار حکومت دینے کا اعلان کیا تھا۔ خوشی خوشی انگریزوں کی حمایت میں ہندو اور مسلمان سپاہی لڑے اور مسٹر گاندھی نے بہت افزائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء میں جنگ عظیم ختم ہوئی۔ جرمنی اور اس کے ساتھیوں ترکی اور آسٹریا وغیرہ کو شکست ہوئی۔ ترکوں سے ذلت آمیز معاہدہ کیا گیا اور برطانیہ و فرانس نے اس کے حصے بخرے کر لیے، مگر غیر منقسم ہندوستان کو آزادی نہ ملنا تھی نہ ملی، چنانچہ جو لوگ آزادی کی لو لگائے ہوئے تھے، ان کو انگریزوں کی بد عہدی اور وعدہ خلافی سے سخت دھچکا لگا۔ چنانچہ وہ بپھر گئے اور اب وہی لوگ جو جنگ عظیم کے دوران انگریزوں کے حامی و مددگار تھے، ان کے خلاف ہو گئے۔ جاں نثار دشمن جاں ہوئے، اس حد تک کہ اب جو انگریزوں کی مخالفت نہ کرے، وہ کافرو غدار۔ اہل سیاست اس فکر میں تھے کہ کسی ترکیب سے انگریزوں کو وعدہ خلافی کی سزا دی جائے۔ مسلمان جذباتی واقع ہوئے ہیں۔ اہل سیاست نے انہیں کوتاہا۔ پہلے پہل یہ باور کرایا گیا کہ سلطنتِ ترکیہ، خلافتِ اسلامیہ ہے اور سلطانِ ترکی خلیفۃ اسلام اور حفاظتِ خلافت کے لیے جان دینا فرض عین۔

بس پھر کیا تھا، ایک طوفان کھڑا ہو گیا، جذبات کا وہ سیلاب آیا کہ عقل و دانش کا دروازہ پتھر ملا۔ بہت سے نیک دل علما بھی اس میں شریک ہو گئے، وہ سیاست کے نشیب و فراز سے بے خبر، سیدھے سادے مسلمان تھے۔

جہاں ندیدہ سیاست دانوں نے جب مسلمانوں کو جذبات کی آگ میں دھکیل دیا، تو چند ہی ماہ بعد ایک نیا قدم اٹھایا گیا اور ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی کے ایماء سے تحریک



ترکِ موالات کا آغاز کیا گیا اور اس شان کے ساتھ کہ جو مخالفت کرے، وہ کافر۔ تیغِ تکفیر کو سیاسی حربے کے طور پر استعمال کیا گیا، مگر ۱۹۲۲ء میں مصطفیٰ کمال پاشا نے سلطانِ ترکی کو معزول کر کے ہندوستانی سیاست کا پردہ چاک کر دیا۔

اب معلوم ہوا کہ یہ ساری جدوجہد کس لیے تھی۔ ادھر سلطانِ ترکی معزول ہوئے اور ادھر مسٹر گاندھی نے تحریکِ ترکِ موالات ختم کرنے کا اعلان کیا اور بہانہ کچھ اور بنایا، حالانکہ اگر خلافت ہی کی حفاظت مقصود تھی، تو اس کے لیے پہلے سے زیادہ جدوجہد کی ضرورت تھی، کیونکہ جب تحریکِ خلافت کا آغاز ہوا، سلطانِ ترکی معزول نہ ہوئے تھے، اب تو وہ معزول کر دیے گئے تھے اس تحریک کے زمانے میں سب سے عجیب بات یہ دیکھی گئی کہ جو حضرات خلافتِ اسلامیہ کی حفاظت کی جدوجہد کر رہے تھے۔ وہ ہندوؤں کی ہمنوائی کو احیاءِ خلافتِ اسلامیہ کے لیے مدد و معاون سمجھ رہے تھے اور جوشِ جذبات میں اسلامی شعائر چھوڑ کر، شعائرِ کفر اپنا رہے تھے، چنانچہ اس زمانے میں مسلمانوں نے اپنی پیشانی پر قشقہ بھی لگوا یا، ہندو لیڈروں کی اڑھتوں کو کندھا دیا۔ ہندو لیڈروں کو مساجد میں نمبر رسول پر بٹایا، قرآنِ پاک کو مندروں میں بے جایا کیا وغیرہ وغیرہ امام احمد رضا قول و عمل کے اس تضاد سے حیران تھے۔ اس حیرانگی نے انہیں اس نتیجے پر پہنچا یا کہ خلافتِ اسلامیہ کی حفاظت محض دکھاوا اور ایک آڑ ہے۔ اصل مقصود یہ ہے کہ انگریزوں کو مجبور کر کے غیر منقسم ہندوستان کے لیے بااختیار حکومت حاصل کی جائے، ۱۹۱۷ء میں جنگِ عظیم کے دوران انگریزوں نے جس کا وعدہ کیا تھا، ابوالکلام آزاد کے مندرجہ ذیل خیالات سے امام احمد رضا کے

اے ۱۔ اشرف علی تھانوی، افاضات الیومیہ، جلد چہارم، ص ۷۷

ب۔ محمد منظر اللہ، مفتی، قادری منظہری، مطبوعہ کراچی ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء، ص ۳۲۸

ج۔ السواد الاعظم، (مراد آباد)، شمارہ، جمادی الاقل ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء، ص ۳۲

د۔ اخبار مدینہ، (بکینور)، شمارہ، یکم اپریل ۱۹۲۰ء

ه۔ جمیل الرحمن، تحقیقاتِ قادریہ، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء، ص ۳۷



اندیشوں کی تائید ہوتی ہے:

”کوشش اور لڑائی صرف اماکن مقدسہ اور خلافت کے لیے نہیں ہے، بلکہ ہندوستان کو خود اختیاری حکومت دلانے کے لیے ہے۔ اگر خلافت کا خاطر خواہ فیصلہ ہو بھی جائے، تاہم ہماری جدوجہد جاری رہے گی، اس وقت تک کہ ہم گنگا و جمن کی مقدس سرزمین کو آزاد نہ کرالیں۔“ ۱

امام احمد رضا، ابوالکلام آزاد کے انہیں خیالات پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹیٹی ہے، اصل مقصود بغلامی ہندو سوراہ کی چکی ہے۔ بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کر دی ہے۔ بھاری بھر کم خلافت کا نام لو، عوام بھریں، چندہ خوب ملے اور گنگا و جمن کی مقدس زمینیں آزاد کرنے کا کام چلے۔“

اے پس رو مشرکاں بہ زم زم نہ رسی،

کیں رہ کہ تو می روی بہ گنگ و جمن است

نَسَالُ الْعَفْوِ وَالْعَاقِبَةِ (۲)

بہر کیف واقعات و شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم کے دوران غیر منقسم ہندوستان کے سیاسی لیڈروں سے بااختیار حکومت دینے کا انگریزوں نے جو وعدہ کیا تھا اور پھر وعدہ خلافی کی، تو تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے پردوں میں حکومت خود اختیاری کی کوشش کی گئی اور اس کو مذہبی رنگ دے کر مخالفین کو کافر کہا گیا۔ ۳

۱۔ اشتہار: منجانب یوسف کھرگ پوری، مؤرخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۲۰ء، الہ آباد

۲۔ احمد رضا خاں: ”دوام العیش“ مطبوعہ بریلی، ص ۶۳

۳۔ اخبار ”مہم“ لکھنؤ، شمارہ ۱۲ ستمبر ۱۹۲۰ء



امام احمد رضا نے بھی مخالفین کے اس طرزِ عمل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے،

» اگرچہ نماز کا پابند ہو، روزے رکھتا ہو، لیکن اگر خلافت

سے منکر ہو، تو دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس سے

الگ ہو کر مسلمان، مسلمان نہیں رہ سکتا۔ « ۱

سیاست دانوں کے اس غیر دانشمندانہ طرزِ عمل نے مسلمانوں کو امام احمد رضا

سے بدظن کر دیا تھا۔ جس کا ذکر ایک معاصر قلم کار خواجہ حسن نظامی نے اس طرح

کیا ہے :

» مسئلہ خلافت سے ان کو اختلاف تھا۔ انتقال کے قریب

ان کے خلاف مسلمانوں میں بہت چرچا ہو گیا تھا اور مولانا اشرف علی

کی طرح ان کے مرید و معتقد بھی اختلافِ خلافت کے سبب ان سے

برگشتہ ہو گئے تھے۔ « ۲

۱ امام احمد رضا خاں : ”دوام العیش“، مطبوعہ بریلی ص ۶۱

۲ کستابی دُنیا، کراچی، جنوری ۱۹۶۷ء، ص ۲

نوٹ : امام احمد رضا کا انتقال تحریکِ ترکِ موالات کے زمانے ۱۹۲۱ء میں ہوا۔



(۳)

اشتعال انگیزیاں، سیاستِ جدیدہ کا ایک مؤثر حربہ ہے، اس لیے جب اہل سیاست میدان میں آتے ہیں، تو وہ اپنی اپنی بساط کے مطابق ایسی ایسی دل خراش ترکیبیں سوچتے ہیں جس سے اشتعال پیدا ہو اور مخالف زیر ہو جائے، خواہ انجام کچھ ہی ہو۔ اسلام میں ایسی سیاست کا وجود نہیں جو جماعتی مصالح کے لیے عوام الناس کی جان و مال اور عزت و آبرو کو داؤ پر لگا دے۔

ابوالکلام آزاد دورِ جدید کی قوم پرستانہ سیاست میں بصیرت رکھتے تھے ہندوستان کی سیاست میں انہوں نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کو یقین تھا کہ وہ رہنمائی کی لیاقت رکھتے ہیں۔ امام احمد رضا نے ابوالکلام آزاد کے اس مجددیہ قیادت سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھا ہے :

”مسٹر آزاد اگرچہ اپنے نشے میں تمام ائمہ مجتہدین کرام سے اپنے آپ کو اعلیٰ جانتے ہیں، ان کے ارشادات کو ظنی اور اپنے توہمات کو وحی سے منسوب، قطعی مانتے ہیں اور سلطان کا نام محض دکھاوا ہے۔ تمام امت سے اپنی امامت مطلقہ منوانے کا دعویٰ ہے۔ دیکھو رسالہ خلافت کا اخیر مضمون اہد کم سبیل الرشاد پیر میر سے پیر و ہوجاؤ، میں تمہیں راہ حق کی ہدایت کروں گا۔“ لہ

لہ امام احمد رضا خاں، ڈوام العیش، مطبوعہ بریلی، ص ۶۸

نوٹ : آزاد کے بعض معتقدین ان کو امام الہند کے لقب سے یاد کرتے ہیں،

تو امام احمد رضا نے جس اندیشے کا اظہار فرمایا ہے، غلط نہیں۔ (مسعودی)



ابوالکلام آزاد غیر منقسم ہندوستان کے لیے ایک با اختیار حکومت حاصل کرنا چاہتے تھے۔  
 دراصل یہ مسٹر گاندھی کی چاہت تھی، مگر ۱۹۲۲ء کے لگ بھگ یہ مقصد حاصل نہ ہو سکا اور سیاست  
 لیڈروں کو سخت مایوسی ہوئی۔ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کا یہ مثبت پہلو  
 تھا۔ منفی پہلو یہ تھا کہ اہل سنت کو بدنام کیا جائے۔

امام احمد رضا نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے،

”معلوم تھا کہ اگر تو کچھ نہیں سکتے، نہ خود نہ وہ، خالی چیخ و پکار کا نام حمایت  
 رکھنا ہے، اہل عقل و دین، اقل تو غوغائے بے ثمر کو خود ہی عبث جان کر صرف  
 توجہ الی اللہ پر قانع رہیں گے اور اگر شاید شرکت چاہیں، تو انہیں مذہب  
 اہل سنت برائے سے زیادہ عزیز ہے۔ مذہب ہی ان کے نزدیک چیز ہے،  
 لہذا ایسے لفظ کی چلا سٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہل سنت ہو کہ وہ شریک  
 ہوتے ہوں تو نہ ہوں اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھئے انہیں مسلمانوں سے  
 ہمدردی نہیں، یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوئے ہیں تاکہ عوام ان سے  
 بھڑکیں اور دیوبندیت و وہابیت کے پیچھے چلیں۔“ لے

امام احمد رضا کا یہ تجزیہ ایک حد تک صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت سے اب تک  
 امام احمد رضا کے مخالفین کی طرف سے یہی الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ انگریزوں سے ملے  
 ہوئے تھے۔ مندرجہ بالا بیان سے اس کا اصل پس منظر سامنے آتا ہے، جہاں تک اس الزام کی  
 صداقت و صحت کا تعلق ہے۔ تحریک خلافت کے کارکن مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری نے راز  
 دول خانہ کو طشت از بام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ الزام سراسر جھوٹ ہے، سیاسی مقاصد کیلئے لگایا گیا تھا۔

لے احمد رضا خاں، ”دوام العیش“ مطبوعہ بمبئی ص ۶۳

لے یہ اظہار خیال اپنے تاثرات میں کیا ہے جو مولانا محمد مرید احمد چشتی کی تالیف جہان رضا میں

(مستعود)

شامل ہیں، ہنوز یہ کتاب شائع نہیں ہوئی۔



بعض دوسرے حقائق و شواہد سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے جن میں سے چند یہاں پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ ابھی ابھی امام احمد رضا کے یہ الفاظ ادھر گزرے :  
 ”یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوئے ہیں۔“ ۱  
 جو شخص نصاریٰ کے ساتھ موالات سے خدا کی پناہ مانگے، وہ بھلا کیسے نصاریٰ کا حامی و مددگار کیسے ہو سکتا ہے؟

۲۔ ”زویل کھنڈ اور بریلی کے علاقے میں امام احمد رضا کے جدِ ماجد مولانا رضا علی خاں کا مکان مجاہدین آزادی کا مرکز بنا ہوا تھا۔“ ۲  
 ایسے مجاہد کا پوتا انگریزوں کا خیر خواہ کیسے ہو سکتا ہے؟

۳۔ ”مراد آباد کے صدر الشریعہ مولانا کفایت علی کافی شہید نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مردانہ وار حصہ لیا۔ جب مراد آباد پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا، تو ۱۸۵۸ء میں مولانا کافی کو پھانسی دے دی گئی۔“ ۳

اس مجاہدِ کبیر اور شہیدِ جنگِ آزادی سے امام احمد رضا کو قلبی لگاؤ تھا، گویا مولانا کافی کو پھانسی دی گئی، تو امام احمد رضا ایک طفل شیر خوار تھے۔  
 وہ خود تحریر فرماتے ہیں:

”مولانا کافی علیہ الرحمہ کی زیارت آٹھ برس کی عمر میں خواب میں ہوئی۔ میری پیدائش کے گیارہ مہینے بعد مولانا کو پھانسی ہوئی۔“ ۴

۱۔ احمد رضا خاں، دوام العیش، مطبوعہ بریلی، ص ۶۴

۲۔ ۱۔ المیزان دہلی ۱۹۷۶ء ص ۳۹۔ ب۔ انوارِ رضا، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۷ء ص ۴۱

۳۔ رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند (اردو)، کراچی ۱۹۶۱ء، حاشیہ ص ۲۴۲

۴۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں، المفوظ، حصہ دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۴۳



امام نعت گویاں امام احمد رضا نے نعت گو شعرا میں مولانا کافی علیہ الرحمہ کو پسند کیا ہے اور انگریزی دور میں جب کہ انگریز کے باغی سے تعلق ظاہر کرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ امام احمد رضا نے نہ صرف اپنا قلبی تعلق ظاہر کیا، بلکہ انگریزوں کے اس دشمن جاں شیرِ اعظم کو بادشاہ قرار دیا ہے اور خود کو ان کا وزیرِ اعظم — چنانچہ فرماتے ہیں: ۷

مہکا ہے میرے بوئے دہن سے علم

یاں نغمہ شیریں نہیں تلخی سے بہم

کافی سلطان نعت گویاں ہیں رضا

ان شاء اللہ میں وزیرِ اعظم ۸

۴۔ علی گڑھ، لکھنؤ اور قادیان سے اٹھنے والی علمی و مذہبی تحریکوں پر امام احمد رضا نے سخت تنقید کی ہے اور میت سے رسائل لکھے ہیں، حالانکہ کہا جاتا ہے کہ ان تحریکوں کو انگریزوں کی رضا و خوشنودی حاصل تھی۔ اگر امام احمد رضا انگریزوں کے خیر خواہ ہوتے، تو ان تحریکوں کی پُر زور حمایت کرتے۔

امام احمد رضا کو سرسید احمد خاں اور ان کی تحریک سے جہاں اور شکایات تھیں وہاں یہ بھی شکایت تھی کہ وہ انگریزی تہذیب و تمدن کے اتنے آندہ مندیوں ہیں، جو اس طرف متوجہ نہیں ہوتا، اس پر افسوس کرتے ہیں، گویا بزبانِ بے زبانی کہہ رہے ہیں

۵۔ وائے برآں کس کہ نہ نصرانی ست ۹

(ترجمہ) اس شخص پر افسوس ہے، جو انگریز نہ بنا

۵۔ یہی شکایت ندوۃ العلماء سے بھی تھی جس کا اظہار امام احمد رضا نے ۱۸۹۸ء میں ٹینکے عظیم الشان اجلاس میں برملا کیا تھا۔ انہوں نے اہلِ ندوہ کا یہ قول طنزاً نقل فرمایا،

۷۔ احمد رضا خاں، حدائقِ بخشش، حصہ سوم، مطبوعہ بدایوں، ص ۹۳-۹۴

۸۔ الوارِ رضا، مطبوعہ لاہور، ۱۹۲۷ء ص ۲۲۱







پہنچ سکتا تھا، اس لیے اس کو شائع نہ کیا، چنانچہ یہ جواب ۱۹۲۲ء امام احمد رضا کے انتقال کے بعد منظر عام پر آیا۔

۸۔ تحریک خلافت کے زمانے (۱۹۱۹ء) میں امام احمد رضا پر مندرجہ ذیل الزامات عائد کیے گئے تھے:

- ۱۔ یمنی تال پریسیٹنٹ گورنر سے ملاقات کی۔
- ب۔ گورنمنٹ کی خوشی کے لیے اس کے حسب منشا فتویٰ لکھ دیا۔
- د۔ گورنمنٹ سے تنخواہ پانے میں۔

امام احمد رضا نے ان تینوں الزامات کے جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا، وہ ایک متعصب و عنید کے لیے بھی کافی ہے۔ آپ نے فرمایا:

”ان کا جواب اس سے بہتر میرے پاس کیا ہے لعنة الله على الكاذبين جس کا کیا یہ  
اُن کی قیامت تک اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے  
نیک بندوں کی لعنت ہو۔“

المختصر امام احمد رضا کی کوئی ایسی تحریر یا واقعہ راقم کی نظر سے نہیں گزرا جس سے یہ ادنیٰ  
گمان بھی ہو سکے کہ وہ انگریزوں کے حامی و مددگار اور ان کی تہذیب و تمدن کے دلدادہ تھے حقیقت میں  
وہ تمام باطل فرق و مذاہب کو مسلمانوں کا دشمن سمجھتے تھے جس کا احساس ہمیں اب ہوا ہے اور  
امام احمد رضا نے، برس پہلے اس راز کو دواشکاف الفاظ میں طشت از بام کیا تھا۔ مولانا  
عبد الباری فرنکی محلی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

کافر، ہر فرد و فرقہ دشمن مارا مرتد، مشرک، یہود و گبر و ترسا  
(ترجمہ و تشریح) کافر بلکہ ہر فرد و فرقہ ہمارا دشمن ہے، خواہ وہ مرتد ہو یا مشرک،  
خواہ یہودی ہو یا عیسائی اور آتش پرست۔



(۴)

امام احمد رضا ایک صاحب فکر و صاحب بصیرت مدبر و سیاست دان تھے۔ بقول ایک فاضل کسی فکر کی اہمیت اس بات میں نہیں کہ وہ کتنے گھن گرج کے ساتھ رونما ہوا، کتنے آدمی شریک ہوئے، کس حد تک اس نے دنیا کا نقشہ بدلا، بلکہ اس بات میں ہے :  
۱۔ زندگی میں حسن و صداقت کے کتنے نامعلوم پہلو اس نے اجاگر کیے ؟  
۲۔ جو صورت حال اس فکر کی محرک تھی، اس کے رد عمل میں کس مثبت اور قائم بالذات عمل کی تخلیق کی گئی۔

۳۔ وہ فکر زندگی کے لیے کیسے اعلیٰ مقاصد اور اقدار کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ظلمت و بہیمیت سے نکال کر عدل و انصاف کی طرف لے جانے والا ہے ؟  
۴۔ اس فکر نے انسانی زندگی کے ان ممکنات کو کس درجہ وسیع کیا جو اس وقت تک ممکن نظر نہ آتے تھے، جب تک وہ وقوع پذیر ہو گئے ؟

۵۔ اس فکر نے انسانی زندگی پر اور تاریخی ادوار پر کیسا اور کتنا اثر ڈالا ؟  
اس معیار فکر کو سامنے رکھیے اور پھر دیکھئے کہ امام احمد رضا نے ملت اسلامیہ کو کیا کچھ دیا اور اپنے فکر و نظر سے کس طرح بھلائی فرمائی۔ بلاشبہ امام احمد رضا اپنے دور میں ایسے یکہ و تنہا فرد نظر آتے ہیں، زمانے کے نشیب و فراز سے جن کی فکر میں کبھی لچک پیدا نہ ہو سکی۔ ان کی فکر پر معاصر شخصیات و شخصیات اداروں کی مجموعی فکر پر بھاری معلوم ہوتی ہے۔ روزِ اقل انہوں نے فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی سیاسی نجات ہندوؤں سے موالات و اتحاد میں نہیں، یہ وہ زمانہ تھا جب قائدِ اعظم اور ڈاکٹر اقبال جیسے جلیل القدر زعماء بھی ہندو مسلم اتحاد کی باتیں کر رہے تھے اور بہت سے دوسرے علماء و عمائدین بھی شریک تھے، مگر چشمِ عالم نے دیکھا کہ جو امام احمد رضا نے فرمایا تھا، تاریخ نے اس کی تصدیق کی اور جو ممکن نظر نہ آتا تھا، بالآخر ممکن ہو گیا۔



پاک و ہند کی سیاست کے جس پہلو پر نظر ڈالیں گے۔ امام احمد رضا کی فکر تابناک نظر آئے گی۔ انہوں نے اپنے متعدد رسائل میں مسلم سیاست کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے مستقبل کی تاریخ میں وہی جھلکتا نظر آ رہا ہے اور اب تو یہ ماضی کی باتیں ہونے لگیں۔ ذرا ان کے افکار کو ملاحظہ کریں:

۱۔ "النفس المفکر" لکھ کر امام احمد رضا نے یہ بتایا کہ غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کا پورا پورا حق ہے اور وہ اپنے مذہبی شعائر کو دوسروں کی خوفناکودی کے لیے کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ بالآخر سب نے اس حق کو تسلیم کیا اور آج بھی ہندوستان میں مسلمان اپنے مذہبی شعائر پر عمل پیرا ہیں۔

۲۔ "اعلام الاعلام" لکھ کر یہ بتایا کہ جس ملک پر مسلمانوں نے ہزار سال حکومت کی چند برسوں میں وہ ایسا بیگانہ نہیں ہو گیا کہ اس کو دارالحرب قرار دے کر دشمن کے حوالے کر دیا جائے اور انجام کار مسلمانوں کو ملک چھوڑنے اور ہجرت پر مجبور کیا جائے۔ بالآخر مسلمانوں کے اس حق کو تسلیم کیا گیا اور پاکستان معرض وجود میں آیا اور ہندوستان میں بھی مسلمان جیسے پہلے رہتے تھے، آج بھی رہتے ہیں۔

۳۔ "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" لکھ کر مسلمانوں کی اقتصادی اور معاشی اصلاح کے لیے ایک ضابطہ و دستور العمل پیش کیا۔ گو اس وقت زیادہ توجہ نہ دی گئی، لیکن اب اسلامی دنیا وہی کچھ کر رہی ہے جس کی نشان دہی ایک عرصہ پہلے امام احمد رضا کر چکے تھے۔ لے

---

لے۔ پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی نے اس رسالے کو سامنے رکھ کر ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہے،

جس کا عنوان ہے: "فاضل بریلوی کے معاشی نکات"

یہ رسالہ ۱۹۷۷ء میں مرکزی مجلسِ رضا، لاہور نے شائع کر دیا ہے۔



۴۔ دوام الحیش ” لکھ کر انہوں نے بتایا کہ مسلمان کی مدد مسلمان پر فرض ہے ،

لیکن مدد کے پردے میں شریعت سے گریز کر کے ہندوستان میں ہندو راج یا سورا ج قائم کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی۔ بالآخر یہی ہوا ، غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی اور ہندوستان میں بھی سورا ج قائم نہ ہو سکا ، لہذا یہی حکومت قائم ہوئی۔

۵۔ المحجة الموقعنه ” لکھ کر بتایا کہ مسلمانوں کے لیے ہندو مسلم اتحاد

مضر اور غیر مفید ہے۔ ان کی نجات خود اعتمادی میں ہے۔ بالآخر واقعات و حادثات نے

اس کی تصدیق کی اور جب مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا ہوئی ، تو نجات حاصل کی۔ لہ

۶۔ الطاری الداری ” لکھ کر بتایا کہ اگر علمائے ہند نے مسٹر گاندھی کی پری

کی ، تو یہ بات مسلمانوں بلکہ خود اسلام کے لیے نہایت خطرناک ہوگی ، چنانچہ مستقبل کی تاریخ

نے ان اندیشوں کی تصدیق کر دی۔ لہ

لہ رسالہ ” المحجة الموقعنه ” کی روشنی میں راقم نے ایک مقالہ لکھا تھا جس کا عنوان ہے :

”فاضل بریلوی اور ترک موالات“

۲ مرکزی مجلس خٹلا ہورنے ۱۹۷۱ء میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع کیا۔ اس کے بعد چار ایڈیشن اور شائع ہوئے۔

انگریزی سماجی مجلہ ”ہمدرد اسلامیکس“ ذکر اچی جلد ۱۱ شمارہ نمبر ۲، ص ۸۷ میں جناب بزمی انصاری نے اس

مقالے کی روشنی میں اس امر سے توافق کیا ہے کہ تحریک خلافت ”اور تحریک ترک موالات“ کے زلمے میں ہندو مسلم اتحاد

کے خلاف اٹھنے والی تنہا آواز امام احمد رضا ہی کی تھی ، مگر اس سے اختلاف کیا ہے کہ مخالفت کی نوعیت سیاسی تھی

ان کے نزدیک اس کی نوعیت خالص مذہبی تھی ، مگر راقم کے نزدیک اسلام میں مذہب اور سیاست دو علیحدہ

چیزیں نہیں ، مذہب اصل الاصول ہے اور سیاست اس کی فرع۔ حقیقی عالم وہی ہے جس کی سیاست پر گہری نظر ہو۔

راقم نے امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت پر ایک تحقیقی مقالہ حال ہی میں حکومت پاکستان کو پیش کیا ہے (مسعود)

لہ اس رسالے کو سامنے رکھ کر راقم نے ”کلام الامام“ کے نام سے ۱۹۷۸ء میں ایک مقالہ لکھا تھا

جو مرکزی مجلس رضا لاہور کے پاس محفوظ ہے۔ (مسعود)



یہاں عبرت کے لیے فرانس کے مشہور مستشرق پروفیسر ماسینوں کا ایک بیان نقل کرتا ہوں جو حال ہی میں ایک کتاب میں نظر سے گزرا۔ علمائے ہند نے مسٹر گاندھی کی جو حمایت کی اور ان سے محبت و عقیدت کا اظہار کیا، پروفیسر موموت اس سے بحد متاثر نظر آتا ہے اور اسی دالہانہ محبت و عقیدت کو سامنے رکھ کر اس نے اپنے نتائج اخذ کیے ہیں۔ مسٹر گاندھی سے اپنے تعارف کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے :

(ترجمہ انگریزی) "تقریباً تیس برس ہوئے ۱۹۲۱ء میں جبکہ میں پیرس یونیورسٹی میں اسلامی عمرانیات کا ایک ہواں سال پروفیسر تھا۔ ڈاکٹر انصاری اور پروفیسر سید سلیمان ندوی یونیورسٹی آئے۔ یہ دونوں حضرات پیرس میں خلافت مشن کے صدارتی ارکان تھے۔ مشن خلافت عثمانیہ کو بچانے کے لیے کوشش کر رہا تھا۔ ان دونوں نے مجھے گاندھی کی سستی گرہ کا عہد نامہ دیا جو میں نے REVUE DU MONDE MUSALMAN کے اپریل ۱۹۲۱ء کے شمارے میں چھپوا دیا اور یہ واضح کر دیا کہ سستی گرہ کا تصور اسلامی تصورات سے بالکل ہم آہنگ ہے۔ مسلمانوں کے ذریعہ مسٹر گاندھی سے یہ میرا پہلا تعارف تھا۔ اس تعارف سے میں نے گاندھی کی سستی گرہ کے تصور کو سمجھا۔ ڈاکٹر عبدالماجد سے مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ سستی گرہ کا تصور مسلمانوں کے لیے بھی مقدس ہے۔ میں نے جلد ہی یہ محسوس کیا کہ گاندھی میں کچھ ہے جو نہایت ہی بیش قیمت ہے کیونکہ شاید انسانی تاریخ میں پہلی بار ایک ایسا انسان اٹھا جس نے تعمیری مساجی نتائج کے ساتھ دوسرے مذہب والوں کو بھی متاثر کیا۔" لے

پروفیسر ماسینوں کے اس بیان سے امام احمد رضا کے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے جس کا اظہار انہوں نے مولانا عبدالباری فرننگی محل کے نام ایک خط میں اس طرح کیا ہے



از بازوئے تو نظامِ دینِ گاندھی ست  
 تمامِ بتو انتظامِ دینِ گاندھی ست

ترجمہ : تمہاری قوتِ بازو سے دینِ گاندھی کا نظام چل رہا ہے  
 تمہاری ذات سے دینِ گاندھی کا انتظام ہو رہا ہے

الغرض امام احمد رضا نے اپنی مومنانہ بصیرت سے جو کچھ سوچا اور سمجھا اور کہا، وہ اس  
 قابل ہے کہ اسلامی تاریخ و سیاست کے مورخین و محققین دل سے تمام عصبیتوں کو نکال کر اس  
 طرف پوری توجہ دیں۔ امام احمد رضا کے افکارِ عالیہ میں عالمِ اسلام کے لیے بہت کچھ ہے۔  
 ہمارا ملی فریضہ ہے کہ اس پوشیدہ خزانے کو عالم آشکار کریں۔

قوم روشن از سواد سرگزشت خود شناس آمد زیاد سرگزشت  
 سرگزشت اوچو از یادش رود باز اند نیستی گم می شود

ضبط کن تاریخ را پائیندہ شو!  
 از نفس ہائے رمیدہ، زندہ شو!

(اقبال)

احقر محمد مسعود احمد

(عفی عنہ)

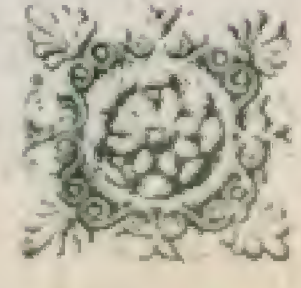
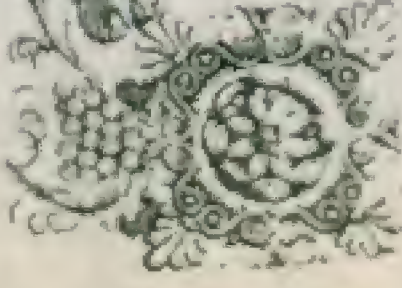
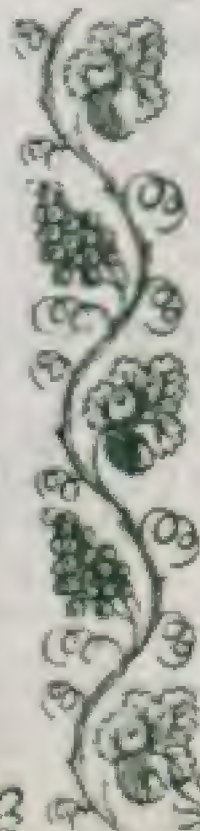
گورنمنٹ سائنس کالج

سکرند، ضلع نواب شاہ، سندھ

پاکستان

۲۷ - ۱۱ - ۷۹







قَالَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ (أَيَّ الْخِلَافَةِ) فَمَوْثِقٌ بِالْقِيَمَةِ مِنَ النَّاسِ أَشْهَانٌ (صَحِيحِينَ)

بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ہمیشہ خلافت قریش کیلئے ہر جہت کی نیا بین دو آدمی ہیں

الحمد لله رب العالمین

سیدنا محمد بن علی حضرت عظیم البرکت رفیع الدرجات شیخ الاسلام و المسلمین قدوة المحققین زبدة الفقہاء عالم السنن السنیہ یاحی الفتن

الدینیہ شیخنا حضرت المجد و رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنائین انہما یسیرا لہ مبارک عبالہ

مسمی بنام تاریخی

حصہ اولی

# دَوَامُ الْعِشْرِ فِي الْأَمَةِ مِنْ قُرَيْشٍ

بین یحاش احادیث کریمہ ارشادات عظیمہ حضور پر نور سید الانام علیہ الصلاۃ والسلام اور بانو کرامہ و علمای اعلام کو روشن کلام  
نی جہا کتاب تفسیر حدیث و فقہ و عقائد و کلام سر اسکا عظیم ثبوت و تحقیق تمام کہ شرط قریشیت طبعی جمعی ہر جہاں اجماع صحابہ کرام  
ابین فحاش و سائر ائمہ امت ہر اوری نہ ہنسب اہلسنت جماعت ہر نیز تمام مخالفین عموماً و خصوصاً مولوی فرنگی علی اور ستر

آزاد کے خیالات خام و بطل ادوام کا کافی رد و رد و نقص و ابرام ہے

مع نفیس و سلیس تمہید حمید

تازہ افاض و عمدہ افادات حضرت بالامر ملت خلف اصغر حضور اعظم مولانا مولوی ابوالبرکات آل الرحمن محمدی مصطفیٰ خان

صاحب قادری برکاتی نوری دامت برکاتہم

بحسن اہتمام

جناب مولوی حسنین رضا خان صاحب الک مطبع حسنی بی بی پٹنم علی گڑھ

اور

بیت دارالافتاء مصریہ القاویہ و النشار







# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ

تَمَجِّدُ سَالَهُ دَوَامِ الْعَاشِ فِي الْآيَةِ مِنْ قُلُوبِ مُصَنِّفِهِ حَضْرٍ  
پُر نور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الحمد لله وكفى رسلا على جيبه ونبيه محمد المصطفى واله الاصفيا وصحبه البهجة  
الاتقيا وسائر الخلفاء محمدی جان اوس مالک عثم و فرش پر قربان جس نے صدق و حق پسند کیا  
اور اوس سے عزت دی اور اوس سے اپنی حمد فرمائی کہ فرمایا من اصدق من الله قیلا اور فرمایا من  
اصدق من الله حدیثا اور ارشاد ہوا واللہ یقول الحق و یجہد فی السبیل اور کذب و باطل کو  
سوغت مبعوض رکھا اور کذابوں پر لعنت بھیجی اور اُن پر اپنا غضب اتارا کہ فرمایا لعنت الله  
على الکذابين حق کو باطل پر ہمیشہ غلبہ عطا فرمایا حق کو راست باز و نیک منہ اور جلال اور جھوٹ کو کذابوں  
بد و غیافوں و پاکوں کا منہ کالا کیا جسٹو ہمیں یہ پیارا پیارا روح ادا جانے امثروہ سنایا قل جاء الحق



و نہ حق الباطل ان الباطل کان نہ ہو فاقم فراو حق آیا اور باطل بھاگا اور باطل تو بھل گئے  
 ہی کوٹھا اور ہزاروں صلاۃ لاکھوں تسلیات کروں تجبات زاکیات کی پنچا اور اس کے مقدس  
 رسول حبیب و محبوب طالب و مطلوب و انام کر کل غیوب صادق و مصدق صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم پر جنھوں نے فرمایا الصدق نجی و الکذب یہدک سچ نجات دیتا ہے اور کذب ہلاک کرتا ہے  
 پھر ان کی آل و اصحاب پر جنھوں نے امتیاز حق و باطل کیلئے جان توڑ کوششیں فرمائیں اور دودھ  
 کا دودھ پانی کا پانی کر دیا۔

بعد حمد و صلاۃ حضرات کرام اخوان اہلسنت و جماعت گزارش۔ اگرچہ چہرہ پر نور ماہتاب صدق  
 پر کنہ ابون کے کذب کی نہایت وحشتناک تیرگیان چھائیں اور روی آفتاب حق پر باطل کی  
 سخت بھیانک اور خوفناک تاریکیان اور کالی کالی ڈراؤنی بدلیان آئین مگر ہمارے قلوب بفضل  
 تعالیٰ اسٹس تھے ہم سمجھے ہوئے تھے کہ یہ بھی کچھ روز کی ہوا ہے جو دم بین ہو اہر آخر کار وہی  
 ہوا جسکا ہمین شدت سے انتظار تھا وہ دن تا ہی گیا کہ وہ تیرگی دور اور تلمی کی کافور ہوئی اور  
 حق کا جگمگا تا چمکتا و مکتا پر نور چہرہ آفتاب نصف النہار کی طرح آنکھیں خیرہ کرتا نکلا اور ایک  
 عالم نے آنکھوں دیکھ لیا کہ حق یہ ہے اور باطل وہ تھا جو اسکے حضور جم نہ سکا۔ پتا توڑ بھاگا  
 کہیں باطل حجاب حق کو چھپاتے تلبے جھوٹے نقاب صدق کی آڑ کر سکتے آخر حق کی  
 شاعون نے ان باطل ہر دون کو خاکستر کر دی دیا جھوٹے لقابون کو جلا ہی ڈالا اور دنیا کو اپنا  
 جہان دکھایا دیا واللہ الحمد فی الاولی و الآخرۃ۔ آپ حضرات نے اخبارات میں ملاحظہ فرمایا  
 ہو گا کہ خود ہمارے ترک بھائی غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور ان کے ہمراہی نصر ہم اللہ نصر عزیزا۔  
 سلطان معظم خلد اللہ تعالیٰ ملکہ و سلطنتہ کو خلیفہ شرعی نہیں جانتا اور اخبار تو اور اخبار تعجب ہے  
 کہ خلافت کے بڑے نامی گرامی حامی کامی ہمدرد و ہماز ہمد و مساز اخبار بھی آج کل مبین  
 شائع کر رہے ہیں جسے انکی خود ساختہ خلافت کی رہی سہی جان پر نیکی نیم جان کے گلے پر چھپتی  
 پھرتی ہمد مکتا ہے



انگورہ کی روش قطعی غیر مصالحانہ ہے اور اس سے عزم باجزم کیا ہے کہ حکومت آستانہ  
کا عدم وجود برابر سمجھے لہذا جمیعت عالیہ ملیہ نے قصد کر لیا کہ وزیراعظم کے تا کا کوئی  
جواب بھی نہ دیا جائے اور خیال کیا جائے کہ حکومت آستانہ صرف ولایت قسطنطنیہ کی  
انتظامی کونسل تک محدود ہے

مسلمانوں اپنے ملاحظہ فرمایا کہ اس عبارت کا فقرہ فقرہ خلافت کے دل میں تیز نشتر اور لفظ  
گلو خلافت پر خنجر کا کام کر رہا ہے کیا خلافت شرعیہ ایسی ہی چیز ہے جس سے یون سر تالی کیا  
ڑانی ٹھانی جائے وہ بھی ایسی کہ وہ جھک کر دیکر پیام مصالحت بھیجے جب بھی اس کی صلح نہ  
کی جائے بلکہ اس کے پیغام کا جواب تک نہ دیا جائے وہ اگر خلیفہ شرعی ہوتے اور مصطفیٰ کمال  
پاشا اور سب کے ہمراہی یہ حضرات انھیں خلیفہ ہی جانتے تو کیا ہی بڑا اور برستے ایسی ہی سختی سے پیش  
آتے اور ان کی حکومت صرف ولایت قسطنطنیہ کی انتظامی کونسل ہی تک مانتے

پھر ہمد نے کہا اور اسٹی چھری سے خلافت کا گلا کاٹا جمیعت عالیہ ملیہ انگورہ نے  
ایک قانون پاس کیا ہے جس میں یہ ہے کہ چار چار سال سے ہمیشہ کیلئے حکومت  
ملیہ ترکیہ جمیعت عالیہ کو باقی رہیں اس کے علاوہ کوئی اور قسم کی حکومت نہیں کی جائے گی  
قوم کی ایسی ذاتی حکومت کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گی جیسی کہ حکومت آستانہ ہوگا

مسلمانوں کو تسلیم کیا اب بھی اس میں کوئی شبہ کسی ادنیٰ عقل والی کو ہو سکتا ہے کہ حکومت ملیہ  
سلطان کو خلیفہ شرعی نہیں مانتی اگر وہ ان کی خلافت ماننے کو کیا یون ہی کہتی کیا انہیں معاف اللہ معاف  
مسائل میں اور اتنا جابلہ میں کہ انہیں اتنا معلوم نہیں کہ خلافت شخصی حکومت ہوتی ہے کیا اگر وہ انہیں خلیفہ شرعی  
جانتے تو یہ کمران کے ساتھ یون پیش اگر شیع الزام بغاوت نہ اوٹھاتے خود اپنے آپ کو باغی منہ  
نہ جانتے معلوم ہوا کہ ان کی خلافت نہیں مانتے بلکہ انہیں سلطان جانتے ہیں جب تو انہیں سلطنت  
کے لائق نہ جان کر معزول کرتے ہیں شاید ہی خاندان کے اعزاز کیلئے قسطنطنیہ کی حکومت ان کے  
لیے بھی رکھتے ہیں باقی تمام ملک پر اپنا قبضہ اور ہر قسم کے اختیارات پر وہ آپ لیتے ہیں وہ نہ



خلیفہ کی بلا وجہ شرعی معزولی کیا معنی اس کے ملک پر تصرف کس نے مانا اور وہ بھی ایسا کہ اس کی سلطنت کا نام تک بدل دیا جائے۔

پہلے۔ نو ممبریہ زمین پر سلطان معظم کی معزولی جمعیت عالیہ علیہ انگورہ

ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں سلطان معظم کو معزول کر دیا ہے اور ظاہر کر دیا ہے کہ اب تک کی من حکومت کی صورت جو ریہ ہم معنی ہے سلطنت عثمانیہ کے بجائے دولت ترکیہ جو

کا اعلان جمعیت عالیہ نے سلطان کی معزولی کے فیصلے کا اعلان کر دیا

ہے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ترکی کا نام آئندہ بجائے سلطنت عثمانیہ دولت ترکیہ کہنے کا

فیصلہ کر لیا ہے پہلے ہم کی اسی اشاعت میں اس انگورہ نے قانون پاس کر دیا ہے

جس سے حکومت سلطانی معدوم ہو جائے گی یا

ملاحظہ ہو اگر سلطان معظم خلیفہ شرعی ہوتے تو کوئی انھیں معزول کر سکتا تھا شرعاً بلا وجہ شرعی اسکا

کے اختیار تھا جو ان کے ملک پر یوں قبضہ کر لیا ہوتا اس کے ساتھ ایسی معاملات ہر تین خود باغی اور

قتل ہوتا۔

پھر ہم نے وہ کہا جس سے خلافت کا تسمہ نہ لگا رہا جمعیت علیہ نے سلطان کی جانی

کے لیے لیکو نامزد نہیں کیا ہے اور بلا لحاظ و رعایت خاندان عثمان فرمانروا قوم

منتخب کر نیک حق جمعیت علیہ نے اپنے لیے محفوظ رکھا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں۔ یہ ہمارے اس دعوے کی کہ ہمارے ترک بھائی ایہ ہم اللہ تعالیٰ و نصیر ہم

بنصو العزیز سلطان کو خلیفہ شرعی نہیں جانتے انکی حکومت و سلطنت کو خلافت نہیں مانتی کیسی

واضح و روشن دلیل اور بین برہان ہے خلیفہ شرعی کی جانشینی بھی ایسی چیز ہے کہ یوں معرض التوا

میں رکھی جائے اس میں ایسی تعلیق اتنی تاخیر کیجاسے وہ تو ان مہات اور اہم واجبات سے بھی

کہ وفن خلیفہ سابق پر بھی مقدم کیجاتی ہے اور یہی سنت جب تک خلافت باقی رہی شرح عقائد میں

فرمایا۔ قد جعلوا اہم المہات و فساد النبی علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نصب الامام حتی قدمو علی الدفن



و کذا بعد موت کل امام در مختار میں ہر منصب اہم الواجبات فلذا قد موہ علی ذہن صاحب المعجزات  
 علیہ السلامات والتجلیات الزکیات علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں فانه حصل من الله تعالى  
 علیہ وسلم قونی یوم الاثنين ووفی یوم الثلاثاء اولیة الاربعاء اولیوم الاربعاء عن المواہب اوسى میں  
 علامہ طحاوی سے نقل فرمایا و ہذا السنۃ باقیۃ الی الآن لم یدفن خلیفۃ حتی یولی غیرہ۔

پھر ہم نے بعض انگریزی اخباروں سے دو اعتراض بھی نقل کیے ہیں اور جو نہ  
 خلافت کے لوگوں نے اسکا جواب نہ ہو سکتا تھا ویسے ہی برقرار رکھا نہیں ہاتھ  
 نہ لگایا نہ سپر کوئی نوٹ نہ لکھا ایک اعتراض تو یہ ہے کہ اس سے قبل ترکان احرار برط  
 بڑھکر سلطان کی حمایت کرتے تھے اور انکو اسلام کا سردار اعلیٰ یعنی خلیفۃ المسلمین  
 اور امیر المؤمنین کہتے تھے اور اب انھوں نے اسی سلطان کو تخت سے اقامہ دیا  
 دوسرا اعتراض یہ ہے فرمانروا کی سلطنت کے منتخب کرنے کے حق پر ترکوں سے  
 کوئی شخص سوال نہ کرے گا خواہ وہ اپنے بادشاہ کو اگر انکے اختیار میں ہو کہتے ہی  
 اختیارات دین یا نہ دین مگر مشکل یہ ہے کہ اب وہ رنگ تقدس و جلال کمان گیا  
 جو معزولی سے قبل سلطان المعظم کی ذات مقدس کے متعلق ظاہر کیا جاتا تھا اور  
 ابھی تک ترکوں نے انکا جانشین منتخب کرنے کی بھی کوئی فکر نہ کی دول مغربیہ کی جس مسلم  
 آزار پالیسی کی شکایت کیجاتی تھی وہ محض دھوکہ ستھی اور قیاس میں نہیں آتا کہ اب  
 اسپین کی دہو چانگی کیونکہ اب سلطان المعظم معزول ہو چکے ہیں برطانیہ کے ہاتھوں  
 نہیں بلکہ مظفر و منصورانگورہ کے ہاتھوں۔

خلافت و خلیفۃ المسلمین و امیر المؤمنین پر جو اعتراض ہے اس کا جواب صاف  
 ہم ساری اس تحریر کے ہر ادنیٰ عقل والے پر لائح اور ساتھ ہی یہ بھی کہ یہ اعتراض  
 معترض کی عقلی پر دلیل واضح اور اسکی نا فہمی پر برہان ساطع ہم روشن بیان کر چکے کہ ہمارے ترک  
 بھائی اپہ ہم اللہ تعالیٰ سلطان کو خلیفہ شرعی نہیں جانتا اور نہ وہ خلیفہ شرعی ہو سکتے ہیں تو جو تقدس



و جلال خلیفہ شری کیلئے ہو سکتا ہے وہ نہ انکے لیے کبھی تھا نہ اب نہ آگے ہو نہ ترکی و لیا تقدیر  
 و جلال تسلیم کرتے تھے نہ اب کرتے ہیں نہ آگے تسلیم کریں اور خلیفہ یا امیر المؤمنین کہنے سے  
 خلیفہ شری ہونا ضرور نہیں صرف میں ہر بادشاہ اسلام کو کہہ سکتے ہیں باقی رہی عظمت سلطانی تو  
 جہتک سلطان سلطان پر وہ عظمت تھی اور جب وہ معزول کر دیا جائے تو وہ عظمت اس کے جانشین  
 کو پہنچتی رہے حمایت پر اعتراض بہت زیادہ عجیب اول نوا اسکے لیے سلطان ہونا کیا ضرور  
 ہر مسلمان منظم کی حمایت کی جائیگی بلکہ ہر منظم انسان کی حالت دل رکھائی اور خواہ غواہ غواہ حمایت کی لالی  
 ہر پھر کہ حمایت ہمدردی ہی سے ہوتی ہے سلطان کو سلطان مانکر حمایت کی تو انکی ہمدردی  
 انہیں معزول کیا یہ بھی انکی ہمدردی ہے کہ وہ اپنے ملک کو بندھال نہ سکے نہ انہیں گوشہ  
 حمایت میں بٹھایا اپنے آپ ملک کا منظم کیا اگر ہمدردی نہ ہوتی یہ ترک اللہ تعالیٰ انہیں اپنی  
 ہزاروں نعمتوں سے نوازے اور انکی تمام جائز مرادیں پوری فرمائے اپنے آپ کیون جہتیں  
 گوارا کرتے کیون مشتتین اٹھائے کس لیے مصیبتیں جھیلتے کا ہے تو تکلیفیں برداشت کرتے سلطان  
 کے ہمہ دہ ہوتے تو انکا سوا شہسار ملک غیر و کئے قبضہ میں چلا جاتا انکے کان پر چون رنگتی  
 وہ خود اور دیکھے ہاتھ میں پڑ جاتے انہیں خیال بھی نہ ہوتا کہ کیا ہوا کیون ہوا وہ ہمدردی جب  
 ہی تو انہیں درد ہوا انکے ملک کی حمایت و حفاظت انکی حمایت و حفاظت ہے احمق ہر وہ جو  
 ترک و شیر یہ اعتراض کرے اور ترکوں کی مصلحتانہ اور حکمانہ کارروائیوں سے دل مغربیہ کی دشمنانہ کارروائی  
 مقابلہ کر کے پہنکا کہ انکی مسلم ادارہ پالیسی کی شکایت محض دھمکو سلا تھی اور یہ امید رکھنا کہ اب  
 اوسمیں کمی ہو جائیگی محض حماقت اور سخت جہالت ہے ہمارے لفظ ہی خود ہمارے دعویٰ کی دلیل  
 ہیں مگر ان معترضین کو اس غدر کا موقع ضرور ہو کہ وہ یہاں کے خلائقوں کے ادعاؤں سے سمجھے  
 کہ ترک بھی سلطان کو خلیفہ ہی سمجھتے ہیں لہذا انہیں اعتراض کر دے تو یہ لوگ انہیں اعتراضات کا  
 باعث ہوئے ان پر بے شبہ وہ اعتراض ضرور ہیں اور ایسے ہیں کہ حل نہیں سکتے اب جہاں غوام  
 میں اپنا جھنڈا اٹھوا ہرم قائم رکھنے کو یہ سوچھی ہے کہ سلطان کی معزلی اور اختیارات کی مسلوبی



وغیرہ کے متعلق جو خبریں آئیں ہیں وہ بھولی ہیں انگریزوں نے مسلمانوں پر لعن طعن اور انہیں مضطرب  
 و پریشان اور کمالی ترکوں کی جانب سے بد عقیدہ و بد گمان کر نیکو گزشتی ہیں قطع نظر اس سے کہ یہ خبریں  
 تو بہت گزشت سے مسلسل منکروہ و راسخ سے آ رہی ہیں خود ان ہی بد و نکاہہ حال پر کہ جب انہیں مطلب  
 بنتے دیکھتے ہیں تو ان اخبار سے صحت و اعتبار میں بہت کثرت و جہلکہ محض بے ثبوت و بے اصل  
 بازاری افواہوں اور دہائی ادعاؤں کو آیت و حدیث سے بڑھکر مقبرہ انکسار و تحصیل زر کے لیے انہیں  
 کیا کچھ ہوالی قلعہ بندیاں کرنے لگتے ہیں تو ان اخبار کی تغلیط و تکذیب میں الکاہیان عرب کا ثبوت  
 انکے پاس سوا اپنے قیاسات اور زور زبان کے کچھ نہیں ہاں لیسز کی کونسی مجبور کن وجہ ہے  
 اور انگریزوں کو اس قسم کے اخبار (بقول انکے) مگر مسلمانوں پر لعن طعن کرنے اور خود ہمارے  
 ترک بھائیوں پر دین اسلام کے اصولی مسلمات میں مداخلت بیجا کا الزام دینے کا سوچ کرنے  
 و یا خود خلافتیوں کی عنایتوں پر یہ سلطان ترکی کے لیے خلیفہ شرعی کی طرح اقتدار عام اور انتظام  
 عام کی نمائندگی بلند بانگیوں اور اپنے خود نویش کی خاطر سلطان کے لیے خلافت شرعی کے تقدس  
 و جلال کی بالا خوانیوں کا نتیجہ ہر گز ان نصاد سے اس اقتدار عام و اختیار عام کی مسلوبی و تحدید سے  
 مسلمانوں اور ترک بھائیوں پر لعن طعن کرتے اور مجاہدین اسلام ترکان احمد کی جانب سے عوام  
 میں اس طرح بد عقیدگی پھیلانا چاہتے ہیں کہ دیکھو وہی سلطان جنکو تمہاری لیڈر مختار مطلق  
 و خلیفہ برحق مانتے اور اسے نہایت زور و شور سے ضروریات دین سے بڑھکر بتاتے تھے  
 آج انہیں کے ہم قوم اور تمہاری ہی مسلمان بھائی کمالی انکے اس اختیار کو اُسے چھین لیتو  
 میں اور (بزرگ لیڈران) اس برحق خلافت اور ضروریات دین سے بڑھکر خلافت سے منکر  
 ہو کر انہیں معزول کیے دیتے ہیں دیکھو تم مسلمان تو ہم انگریزوں پر خلافت اور دین اسلام  
 کے مسلمات میں بیجا مداخلت کا الزام لگاتے تھے مگر یہ مداخلت ہم نے کی بلکہ خود تمہاری ہی  
 ہم مذہبیوں اور تمہارے ترک بھائیوں نے جنہیں تم خلافت اور اسلام کا محافظ جانتے تھے  
 مگر ان خلافتیوں نے اجماعیات دینیہ اور مسلمات اسلامیہ کی مخالفت صریح کر کے سلطان ترکی



کو خلیفہ شرعی بنانے میں وہ کچھ اور دھم نہ مچائی ہوتی مگر میں پر کفر و ارتداد کی فتوے نہ دیے ہوتے  
 سلطان کے تقدس و جلال و اقتدار و اختیار کو خلیفہ شرعی کے تقدس و جلال و اقتدار و اختیار کا  
 رنگ نہ دیا ہوتا تو کیا آج نصارے مسلمانوں پر لعن طعن کا موقع پاتے جمیعت ملیہ انگورہ نے کتنے ہی  
 سلطان کے اختیارات مسلوب و محدود کر کے اپنی طرف منتقل کر لیے ہوتے اور انکی بیعت  
 و مختار سلطان سے گرا کر محض ایک میعاد معین کے لیے حال کی جمہوری مغربی سلطنتوں کے  
 پریزیڈنٹ کی سی ہی رہنے دی ہوتی پھر بھی نہ اسے کو اس پر کیا موٹھ کھولنے کا موقع  
 تھا خود نصارے کی کو کسی ایسی سلطنت ہے جس کے بادشاہ کے اختیارات اہل ملک نے محدود  
 کر کے عوام کی قائم مقام جماعتوں پارلیمنٹ وغیرہ کو منتقل نہیں کیے اور بہت سی سلطنتوں نے  
 تو بادشاہ کو سرے سے نثار کر کے محض ایک میعاد معین کے لیے پریزیڈنٹ بنائے ہیں آخر  
 میں ان لیڈروں سے ہم دریافت کیا چاہتے ہیں کہ جب آپ حضرات خصوصاً مولوی عبداللہ  
 فرنگی محل جھون نے نہ صرف قید قرشت کا انکار کیا بلکہ اتنا بڑھے کہ اوسکے ساتھ ذکرت بلوغ  
 و منقل پر بھی ہاتھ صاف فرمایا سلطان ترکی ایہ اللہ تعالیٰ کو خلیفہ شرعی مانتے ہیں اور اسی بناء پر  
 منکر خلافت کی بارہا تکفیر فرما چکے ہیں نیز شریف مکہ ملک الحجاز کی بابت اس لیے کہ انھوں نے  
 سلطان کی اطاعت سے خروج کیا باغی مفید واجب القتل اور کافر ہونیکا حکم لگا چکے ہیں اس  
 جمیعت عالیہ ملیہ انگورہ و غازی مصطفیٰ کمال پاشا وغیرہ کی نسبت بھی یہی جزمی حکم بغاوت  
 و کفر دیتے ہیں یا نہیں۔ نہیں تو کیوں۔ شریف اور اس جمیعت میں بابہ الفرق بتائے اور مان  
 تو جو شریف کیساتھ برتاؤ کیا گیا وہ انکے ساتھ کیوں نہ ہو اب بھی وجہ فرق بتانا ہوگی بلکہ اس سے  
 بھی زیادہ ترقی کیجئے سلطان عبدالحمید خان صاحب مرحوم معذور کو جس جمیعت نے معزول  
 کیا جس میں غازی انور پاشا بہت پیش پیش تھے انکی نسبت کیا حکم ہو گا اور ابھی بس نہیں اور اونچے  
 اور بے خود سلطان عبدالحمید خان صاحب معزول سلطان مراد کے جانشین ہوتے وہ جمیعت  
 جس نے انہیں معزول کیا اور انکی نسبت بھی یہی حکم تکفیر و بغاوت ہے یا نہیں



اہل انعام اور اعلیٰ نام ہر کہ تمام خلا کیٹیلین ساری معین کیجا ہو کہ بحث مباحثہ کر کے متفق الکر ہو کے  
 جواب لائیں اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ دے سکتی گئی فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فالتقوا النار<sup>لن</sup>  
 وقودھا الناس والحجج آرة وتوبوا الى الله جميعا ان الله هو التواب الرحيم مسلمانوں کیسیو  
 اور جمیعتوں کو چھوڑیے کہ وہ اسکا جواب سوچتی رہیں آپ ادھر متوجہ ہوں سنئے انسان کو  
 چاہیے بات کہنے اور کام کرنے سے پہلے اُسکے مال و انجام پر نظر رکھے جسکا آخر حسن ہو  
 اسے اختیار کرے ورنہ نہیں تیرہ سو برس کے اجماعی اتفاقی مسئلہ میں اختلاف کا حاصل  
 سوائے تشتت و افتراق بین المسلمین اور کیا تھا ترکوں کو تو اس سے کچھ فائدہ نہ پہنچا ہاں اختلاف  
 مسلمین میں ایک اور اضافہ ہو گیا ایک زمانہ عمتہ تک باوجود سخت اختلاف کے ہم ساکت رہے  
 دارالافتاء میں سوال آیا کی اور ہم معرض التوائیں رکھ لے محض اس خیال سے کہ شاید اس کو  
 نام خلافت ہی سے ہمارے ترک بھائیوں کو کچھ فائدہ ہو جائے اسوقت ایسی استفتاء کا جواب  
 دینا بہتر ہے مگر جب فرنگی محل سے بار بار تقاضے آئے تو یہ جواب دیدیا گیا کہ ایسے مسائل اس  
 دارالافتاء کے موضوع سے خارج ہیں عقل ہوتی تو یہ تو یہ اگر بالکل صریح مخالف جواب وصول  
 ہوتا اور شے دہا کہتے اور سکا ذکر بھی زبان پر نہ لاتے مگر ہمیں انھوں نے ایسا کیا  
 بلکہ ہماری عداوت سے خود اپنے مقصود کے ساتھ ناولستہ دشمنی کی اور اپنے ہاتھوں اپنی پاؤں  
 میں تیشہ مارا اس کی اشاعت کر کے اور ساتھ ہی یہ ظاہر کر کے کہ دارالافتاء بریلی اس  
 میں مخالف ہے انگریزوں کو جتایا کہ یہ مسئلہ اتفاقی نہیں وہ مسلمان جو آج ایک عالم کے  
 معتمد علیہ اور عرب و عجم مرجع ہیں اس میں مخالف ہیں پھر بھی یہاں سے کچھ نہ کہا گیا باوجودیکہ  
 مخالفت کا اظہار ہو چکا تھا احتیاط برتی اور کوئی مخالف تحریر شائع نہ کی شروع شدہ میں فرنگی  
 محلی خطبہ اور آزادی رسالہ جزیرۃ العرب کے خیالات خام و بطل ادہام کے متعلق استفتاء کے  
 جواب میں حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رسالہ دوام العیش فی الراحۃ میں  
 قریش تصنیف فرمایا اور ایک مقدمہ اور تین فصل پر ترتیب دیا تیسری فصل کی بحث سوم شروع ہوئی

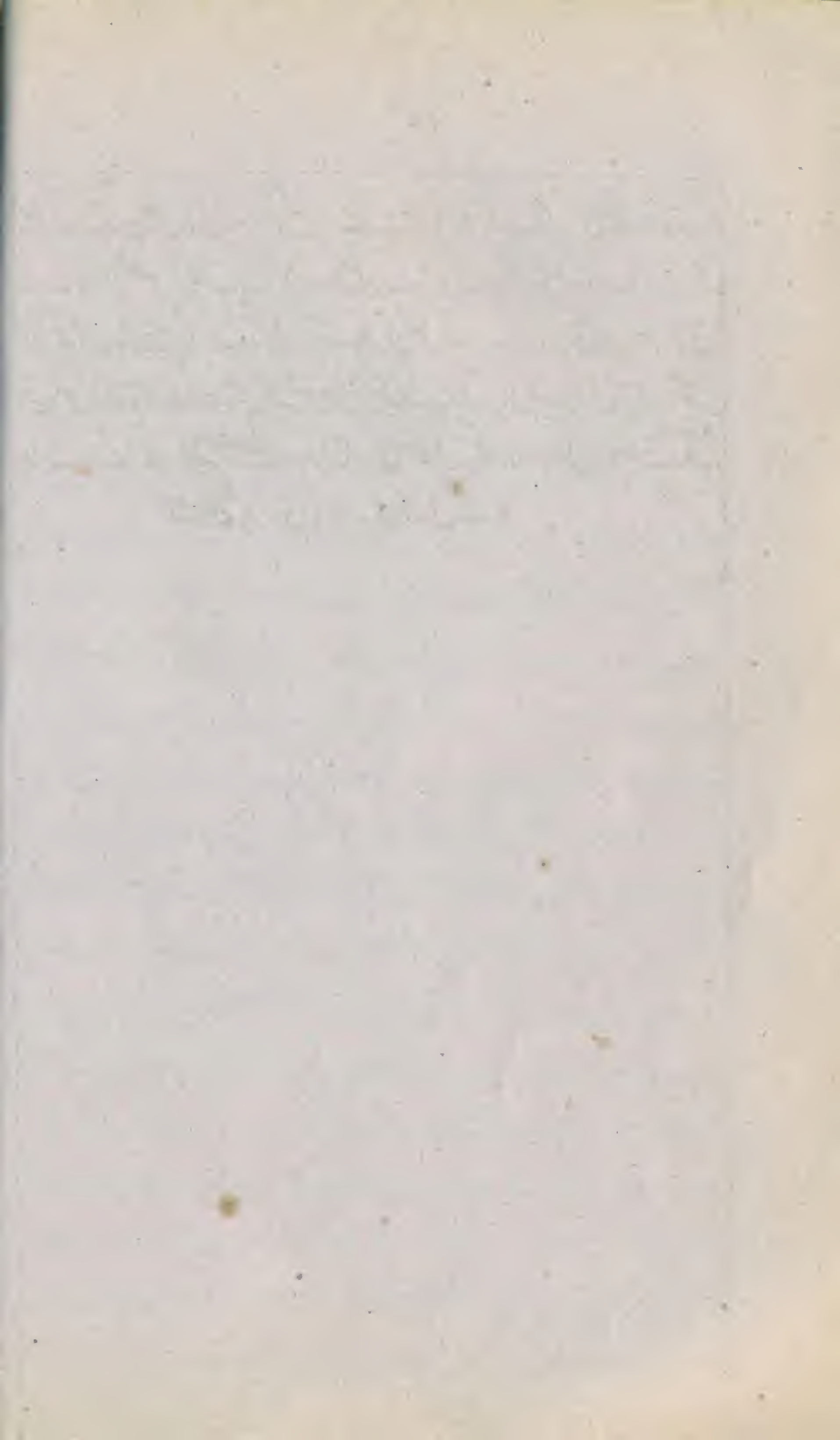


تھی کہ اور ضروری کاموں میں مشغول ہوئے اور اسے اس خیال سے چھوڑ دیا کہ ابھی اس کا وقت نہیں جب وقفہ آئیگا تکمیل کر کے طبع کرا دیا جائیگا یہاں تک کہ وصال شریف ہو گیا ایک سال سے زائد ہم نے بھی باتباع حضور وقت کا انتظار کیا اب جبکہ ہر ذی عقل پر حق خود ظاہر ہو گیا ہمیں اس سے اور زیادہ واضح و آشکار مثل جلوۂ آفتاب نصف النہار اور بالکل کشف حجاب کیلئے اس روشن آفتاب کے چہرہ پر نور سے نقاب اٹھا دیا اس میں کتب حدیث و عقائد وفقہ کے ارشادات اور ائمہ دین کی نصرت کلمات مالیات سے خلافت شریعہ کی شرط قرئینیت کی اعلیٰ تحقیقات اور اہام معانی فقہین کا رد بالغ اور خود اس مسئلہ دائرہ یعنی فرق امتیاز اختیار و اقتدار خلیفہ شرعی و سلطان کی تحقیق بانسجہ و ملائکہ محمدی الاخرۃ والاولیٰ و صلاحہ و سلامہ تعالیٰ و دو عالمی حبیبہ الاعظم الاعلیٰ و محبوبہ المعظمہ المعلیٰ : النبی الرسول المصطفیٰ و الارؤف الرحیم المرتضیٰ و الشفیع الکریم المحبوبہ و علی الہ الاتقیاء و صحبہ الاصفیاء سائر الخلفاء و ابناء الامین المکین الخوف الاعظم و جمیع الاولیاء و العلماء و آخر وہو شان احمد اللہ رب العلمین عرض ضروری الملاحظہ مسلمانوں لیڈران نے وہ بلند آہنگیان اور بالا خوانیان جو سلطنت و سلطان اسلام کو فائدہ پہنچانے کے اذکار باطل سے کی تھیں آج الکاہل کھل گیا یہ مخالفت دین و شتم علماء دین کا انھیں ثمرہ ملا خسر الدنیا والاخرۃ و ذلک ہو انخسار المبین کچھ فائدہ تو نہ پہنچا سکے ان مسلمانوں اور خود ترک بھائیوں پر عن طعن کی بوچھاڑ کا ایک حربہ نثار کر کے ہاتھ میں وہ یا لیدر تو ہم غبار اہلسنت کو نصارے کا طرفدار و رشوت خوار اور ترکوں کا دشمن بتاتے تھے اگر نگاہ انصاف ہو (مگر کہاں) تو انھیں کھولیں اور ۶ چھایا جاتا ہے یہ دیکھیں تو سراپا کس پر غضب تم ظریفی یہ کہ خود تو نصارے کو مسلمانوں پر عن طعن کا موقع دیا اور اب یہ دیکھ کر کہ سچے مسلمان جو سلطان کے اقتدار و اختیار کو خلیفہ شرعی کی طرح پہلے ہی نہ مانتے تھے کچھ بھی مضطرب و ہتھیار اوٹنے لگالی بھائیوں سے ذرا بھی بد عقیدہ و بیزار نہ ہوئے اُن اخبار سے اپنی سراسیمگی اور پریشانی کا اظہار کر رہے ہیں اور



پہلی خبر آتے در نہیں ہوتی کہ مرکزی کمیٹی اسکے لیے تار بازی شروع کر دیتی ہو گو یا ترکون کے  
 بڑے خالص مخلص خیر طلب ہی تو ہیں کیوں نہیں سے بڑی پاک طینت بڑی صاف باطن پھر ان  
 آپکو کچھ نہیں جانتے ہیں۔ جب آپکے نزدیک یہ خبریں محض نصارے کی افترالی ہیں تو تار بازی  
 وغیرہ میں اس قدر عجلت اور اوس میں کٹھن فیصیح مال کی کیا ضرورت مگر مال مفت دل پر رحم۔ اللہ  
 ہدایت دے آمین۔ **فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ** یکے از خادمان جماعت رضا  
**مصطفیٰ بریلی** (دہریہ الاولیاء)







کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سلطنت عثمانیہ کی امانت مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں فرضیت امانت کیلئے بھی سلطان کا قرشی ہونا شرط ہے یا صرف خلافت شرعیہ کے لئے یا کسیکے لئے نہیں موی قرنگی محلی کے خطبہ صدارت میں اس کے متعلق چند سطور ہیں اور مشر ابوالکلام آزاد نے رسالہ مسئلہ خلافت و جزیرہ عرب میں ۱۲۱ سے ۱۲۴ تک مسائل اس پر بہت پھیلا کر بیان کیا ہے ان دونوں کا محصل یہ ہے کہ خلافت شرعیہ میں بھی قرشیت شرط نہیں ہے صحیح ہے یا غلط اور اس بارے میں مذہب اہلسنت کیا ہے۔ بینوا تو جبروا

بجواب

الحمد لله الذي فرض اعانة سلاطين الاسلام على المسلمين وفضل قوليها بتمام



البیہین وسید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارک وسلم الی یوم الدین  
 علی آلہ وصحبہ واتبہ وحزبہ کل ان وحين رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے  
 ہیں ان الدین النصیحة للہ وللنباہ ولرسولہ ولائمة المسلمین وعامة متھہ مشک  
 دین یہی کہ اللہ اور اسکی کتاب اور اسکے رسول سے سچا دل رکھے اور سلاطین اسلام اور  
 جملہ مسلمانوں کی خیر خواہی کرے رواہ احمد ومسلم والبوداود والنسائی عن تمیم الداری  
 والترمذی والنسائی عزالی ہریرۃ واحمد عن ابن عباس والطبرانی فی الاوسط عن  
 ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سلطنت علیہ عثمانیہ ایہ اللہ تعالیٰ نہ صرف عثمانیہ ہر سلطنت  
 اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان  
 پر فرض ہے اس میں قرشیت شرط ہونا کیا معنی دل سے خیر خواہی مطلقاً فرض عین ہے اور وقت  
 حاجت دعا سے افادہ واعمال یہاں کو چاہیے کہ اس سے کوئی عاجز نہیں اور مال یا  
 اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے اور ہر فرض بقدر قدرت ہر حکم بشرط استطاعت قال لعلی  
 لا یحلف اللہ لفسا الا وسعھا وقل لعلی فالتقوا اللہ فاستطعتہ مفلس پر اعانت  
 مال نہیں ہے وصمت وپا پر اعانت اعمال نہیں ولہذا مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں پہلوا  
 اسلام اگرچہ غیر قرشی ہو اگرچہ کوئی غلام حبشی ہو امور جائزہ دین اسکی اطاعت تمام رعیت اور  
 وقت حاجت اسکی اعانت بقدر استطاعت سب اہل کفایت پر لازم ہے۔ البتہ اہلسنت کے  
 مذہب میں خلافت شرعیہ کیلئے ضرور قرشیت شرط ہے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں ہیں اسی پر صحابہ کا اجماع تابعین کا اجماع اہلسنت کا اجماع ہے  
 اس میں مخالف نہیں مگر خارجی یا کچھ معتزلی کتب عقائد و کتب حدیث و کتب فقہ اس سے بالامال میں  
 بادشاہ غیر قرشی کو سلطان۔ امام۔ امیر۔ والی۔ ملک کہیں گے مگر شرعاً خلیفہ یا امیر المؤمنین  
 کہ یہ بھی عرفاً اوسیکامرادف ہے ہر بادشاہ قرشی کو بھی نہیں کہہ سکتے سوا اس کے جو ساتوں  
 شرط خلافت اسلام عقل۔ بلوغ۔ حریت۔ ذکوریت۔ قدرت۔ قرشیت سب کا جامع ہو کر تمام



# مسلمانوں کا فرمانِ عظیم ہو اجملی کلام و واقعات عام و ازالہ و باجمال خام

**اقول** و باسم التوفیق اسم خلافت میں یہ شرعی اصطلاح ہے جملہ صدیوں میں ایسی برائیاں  
(۱) ومانہ صحابہ سے برابر علمائے کرام خلفاء ملوک کو علیحدہ کرتے آئے حتیٰ کہ خود سلاطین اس کے  
پابند رہے اور آج تک ہیں۔ بڑے بڑے جبار بادشاہ گزرے کبھی غیر قریش نے ترک  
ہوں یا مغل یا پٹھان یا کوئی اپنے آپ کو خلیفہ نہ کہلوایا نہ خلافت مصطلحہ شرعیہ کا دعویٰ کیا جب تک  
خلافت عباسیہ قائم رہی خلیفہ ہی کی سرکار سے سلاطین کی تاج پوشی ہوتی سلطان دست  
خلیفہ پر بیعت کرتا اور اس منصب شرعی کا حق اویسیکے جانتا اگرچہ زور و طاقت و سطوت میں  
اوس سے کہیں زائد ہوتا جب کفار تاتار کے دست ظلم سے محرم ۱۵۶ھ ہجری خلافت تاتار ہو گیا  
علمائے فرمایا سارے تین برس تک خلافت منقطع رہی حالانکہ اوس وقت بھی قیام سلطنت میں جو  
تھیں مصر میں ملک ظاہر سلطان بیبرس کا دور دورہ تھا امام جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء  
میں خاتم الخلفاء مستحکم باللہ کی شہادت کے بعد کا ذکر فرماتے ہیں ثم دخلت سنة سبع و  
خمسین والذیابلا خلیفہ پھر ۵۷ھ آیا اور دنیا بے خلیفہ تھی پھر فرمایا ثم دخلت سنة ثمان وخمسین والوقت  
ایضا بلا خلیفہ پھر ۵۸ھ آیا اور زمانہ اویسی طرح بے خلیفہ تھا پھر فرمایا ولسلطن بیبرس وازال لمظالم  
وتلقب بالملك الظاهر ثم دخلت سنة تسع وخمسین والوقت ایضا بلا خلیفہ المرجب فاقبیت بمصر  
المخلوثة ولویع المستنصر وکان عدلہ انقطاع المخلوثة ثلاث سنین و نصفاً بیبرس سلطان ہوا  
اور اوس ظلم دفع کیا اور اپنا لقب ملک ظاہر رکھا پھر ۵۹ھ آیا اور وقت ماہ جب تک یونین خلیفہ تھا یہاں تک  
کہ مصر میں پھر خلافت قائم کی گئی اور مستنصر باللہ عباسی کے ہاتھ پر بیعت ہوئی خلافت سارا  
تین برس تک معدوم رہی یونین جن المحاضرہ فی اخبار مصر والقہرہ میں فرمایا لما اخذ القہر  
بغداد وقتل المخلیفة اقامت الذیابلا خلیفہ ثلاث سنین ونصف سنة وذلك



من يوم الاربعاء رابع عشر صفر سنة ست وخمسين وهو يوم قتل الخليفة المستنصر  
 رحمه الله تعالى الى اثناء سنة تسع وخمسة اثنى عشر يعني جبکہ تاتاریوں نے بغداد مقدس کیا  
 اور خلیفہ شہید ہوئے دنیا ساڑھے تین برس بے خلیفہ رہی اور یہ ۱۲ صفر روز چار شنبہ ۶۵۷  
 سے کہ روز شہادت خلیفہ مستحکم محمد امجد تعالیٰ تھا ۱۴ رجب ۶۵۹ تک کہ روز خلافت خلیفہ مستنصر  
 باللہ تھا (۲۱) یہ خلافت کہ مصر میں قائم ہوئی اور ڈھائی سو برس سے زائد رہی خود سلطان  
 کی قائم کی ہوئی تھی سلطان بظاہر اس کا دست نگر ہوتا اور خلافت پر قادر تھا نظر بقوت بے  
 تقویٰ بغیر خلیفہ بھی نظم و نسق و رتق و فتق و امر و حکم میں سلطان مستقل تھا خلیفہ امیر المؤمنین کہلاتے  
 اور ہیبت لینے اور خطبہ دینے کو حجت اور سلاطین کو تاج و خلعت دینے کیلئے ہوتا بلکہ اسکی  
 بنا خود خلافت بغداد میں پہنچتی تھی مقتدر باللہ کو ۲۹ سالہ میں تیرہ برس کی عمر میں خلافت ملی  
 طفلی و اشتغال بازی واضیارات زنان و استودام یہود و نصاریٰ نے ضعف پہنچایا ملک مغرب  
 مشکل گیا مصر مشکل گیا قرامطہ طہون کا زور ہوا پھر ملک میں واسطہ کا صوبہ محمد بن رائق خلیفہ  
 ماضی باللہ پر فاقی ہوا خلیفہ نام کے لیے تھا پھر یہ بدعت شیعہ مدتوں ستمبر ہی مکر تمام علماء  
 و مسلمین اور خود وہ جہار سے جہار سلاطین خلافت اور خیمین قرشی خلفا کی مانتے اور اوٹھیں کہ  
 ہم واکہ خلعت سلطنت لینے۔ اگر غیر قرشی بھی خلیفہ ہو سکتا تو سلاطین خود خلفا بنتے۔ کیا  
 ضرورت تھی کہ ان قرشیوں کو اپنا تغلب مٹانے کے لیے حیلہ شرعیہ کے واسطے خلیفہ بناتے  
 اور اپنے زیر دستوں کے حضور سر خم کی جھکاتے اور اونکے ہاتھ سے تاج و خطاب پاتے  
 مگر نہیں وہ مسلمان تھے سنی تھے جانتے تھے کہ ہم قرشی نہیں ہماری خلافت نہیں ہو سکتی  
 اور بے تولیت خلافت بطور غرور و سلطنت کرینگے تو داغ تغلب ہماری پیشانی سے نہ  
 ٹیگتا اسی لیے ان عباسی قرشیوں کی خلافت رکھی تھی۔

(۳۳) پھر اودھ و صہرا کے سلاطین نہیں اس دور و راز مملکت ہند کے مستشرق سلاطین نے  
 بھی انہیں خلفا سے اپنے نام پر دائر سلطنت کیا حالانکہ یہ کیسے طرح بھی تسلط کی راہ نہ



اون کے ماتحت تھے تاریخ الخلفاء میں ہر دو فی سنہ ۱۰۱۰ بع عشرۃ ارسل غیاث الدین  
 اعظم شاہ بن اسکندر شاہ ملک الہند لطلب التقلید من الخلیفۃ وارسل الیہ  
 مالاً للسلطان ہدیۃ سنۃ ۱۰۱۰ سوچو وہ میں بادشاہ ہند اعظم شاہ غیاث الدین بن  
 سکندر شاہ نے خلیفہ مستعین باللہ ابو الفضل سے اپنے لیے پروانہ تقرر سلطنت مانگا اور  
 خلیفہ کیلئے نذر اور سلطان مصر کو یہ بھیجا خود مسٹر آزاد کے اسی رسالہ خلافت ۲۹  
 میں ہے جب تک بغداد کی خلافت رہی ہندوستان کے تمام حکمران اس کے فرمان بردار  
 رہے جب سلسلہ میں مصر کی عباسی خلافت کا سلسلہ شروع ہوا تو اگرچہ یہ عباسیہ کے  
 کاروان رفتہ کا محض ایک نو و غبار تھا تاہم سلاطین ہند اس کی حلقہ بگوشی و غلامی کو اپنے  
 لیے فرماتے رہے اور مرکزی خلافت کی عظمت دینی نے مجبور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی  
 طور پر منوادیئے کیلئے مقام خلافت سے پروانہ نیابت و لغارت حاصل کرتے رہیں  
 پھر سلطان محمد بن تغلق شاہ و سلطان فیروز شاہ کی بندگی و غلامی جو اس خلافت سے رہی  
 اور فیروز شاہ کے لیے دربار خلافت سے دوبارہ پروانہ تقرر سلطنت و نشان و خلعت  
 کا آنا لکھا اور یہ کہ سلطان نے اس کی کمال تعظیم کی اور یہ سمجھا کہ گویا یہ عزت آسمان سے  
 اوتری اور یہ سند بارگاہ رسالت سے ملی پھر کہا کہ "غور کرو مقام خلافت کی عظمت  
 کا ہمیشہ کیا حال رہا خلافت بغداد میں نے کے بعد بھی خلافت کی صرف ایک اسمی نسبت بھی  
 اس درجہ جبروت رکھتی تھی کہ ہندوستان جیسے بعید گوشہ میں ایک عظیم الشان فرمانروا سے  
 تعظیم مصر کے دربار خلافت سے اذن و اجازت حاصل ہونے پر فخر کرنا ہی ہونے پر بھی اس  
 مقام کی عظمت تمام عالم اسلامی پر اس طرح چھائی رہی کہ وہاں کا فرمان آسمانی فرمان  
 اور وہاں کا حکم بارگاہ نبوت کا حکم سمجھا جاتا ہے، خدا جانے مسٹر آزاد یہ کس جنگ یا کسی  
 لشے کی ترنگ میں لکھ گئے انکا اعتقاد تو یہ ہے کہ انتخاب خلیفہ کا موقع نہ رہا ہو



تو خلیفہ تسلیم کر لینے کے لیے بجز اسلام اور حکومت کے جاؤ اور جگہ پکڑ لینے کے اور کوئی شرط نہیں لیکن اگر سلاطین ہندو سلاطین مصر اور خود سلطان بیبرس جس کی خلافت کی بنیاد تھی مسلمان ہی تھے اور ان کی حکومتیں بھی ہوئی تھیں تو آپ کی کافی ساختہ دونوں شرط خلافت موجود تھیں پھر انھوں نے خود اپنے آپ کو خلیفہ کیوں بنانا اور ان کی حکومت شرعی طور پر ماننے کے قابل کیوں نہ ہوئی حالانکہ آپ کے نزدیک شریعت ہی کا حکم ہے کہ اوسکو خلیفہ ماننا چاہیے

خواہ تمام شریعتیں اوس میں پائی جائیں یا نہ پائی جائیں مگر ہر مسلمان پر از رو شرع واجب ہے کہ اوسکو خلیفہ اسلام تسلیم کرے ۳۵ خیر اچھا تناقض آپ کو مبارک۔ سلاطین اسلام نے کیوں اپنی خلافت نمائی اور وہ کیا بات انہیں کم تھی جس کے لیے انہیں دوسرے کی خلافت جمانے اور اوسکی اجازت کے صدقے اپنی حکومت کو شرعی منوانے کی ضرورت پڑی۔ ظاہر ہے کہ وہ نہ تھی مگر شرط قرشیت۔ (۴۱) مسٹر کو چھوڑیے جنھوں نے دوسری شرطیں لکھیں ائمہ دین تو سات بتاتے ہیں دیکھیے شاید اوس میں کی کوئی اور شرط مفقود ہو نیکی سبب سلاطین نے اپنے آپ کو خلیفہ نہ سمجھا اور پر گزرا کہ وہ اسلام و حریت و ذکوریت و عقل و بلوغ و قدرت و قرشیت میں ہم دیکھتے ہیں کہ ان سلاطین میں چھ موجود تھیں پہلی پانچ بابت اور قدرت یوں کہ حکومت کا جاؤ بے اوسکے نہیں تو صرف ایک ہی شرط قرشیت تھی لاجرم اوسیکے نہ ہوئے تمام سلاطین نے اپنے آپ کو خلیفہ نہ مانا اور قرشی خلافت کا محتاج دست نگر جانا۔

(۵۱) بلکہ بطور مستحکم واضح تر یہی نام کے خلفائین اگر قرشیت موجود تھی قدرت مفقود تھی کہ وہ سلاطین کے ہاتھوں میں شرط پنج کے بادشاہ تھے۔ جبار و غوغا و متکبر متجبر سلاطین کے سر میں یوں بھی سودا و مساوات و بے نیازی نہ سمایا اور انہیں کو خلیفہ اور اپنے آپ کو ان کا محتاج ٹھہرایا جسے کہ جب سلطان بیبرس نے مستنصر کو خلیفہ کیا اور اوس سے پروانہ سلطنت لیا خلیفہ نے اظہار انقیاد کے لیے اوسکے پاؤں میں سونہ کی



بیڑیان ڈالین اور سلطان نے عدم حشم کے ساتھ یوہن قاہرہ اپنی دارالسلطنت کا گشت کیا  
 کہ گلے میں طوق ادا پاؤں میں بیڑیاں اور آگ آگ وزیر کو سر پر خلیفہ کا عطا کیا ہوا پر دانہ <sup>سلطنت</sup> (حسن الحاضرہ)  
 روشن ہوا کہ وہ شرط قرشیت کس درجہ اہم و ضروری تر جانتے تھے اور انھوں نے خیال کیا کہ  
 قدرت مکتبہ بھی ہوتی ہے بلکہ اسے اکتساب سے منفرد نہیں کہ ملکوں پر تنہا کا تسلط عاؤ  
 نہیں ہوتا مگر افواج و اطاعت جماعت سے جب اقتدار والوں نے انھیں سر پر رکھ لیا  
 تو مقصود اقتدار حاصل ہو گیا جیسے خلیفہ میں خود عالم اصول و فروع ہونے کی شرط اتفاقی نہ رہی  
 کہ دوسرے کے علم سے کام چل سکتا ہے لیکن قرشیت ایسی چیز نہیں کہ دوسرے سے مکتب  
 ہو لہذا اپنے اقتدار کا خیال نہ کیا اور ان کی قرشیت کے آگے سر جھکا دیا۔ (۶) نہ صرف  
 سلاطین بلکہ بکثرت ائمہ و علمائے اسیکو خلافت جانا خلافت بغداد پر پڑ چکی تین صدیاں مکی  
 گزریں انھیں جلنے دو تو یہی خلافت مصر جو جسے تم کاروان رفتہ کی محض ایک نمود و غبار  
 کہتے ہو اب بیرس نے مستنصر کی خلافت قائم کر لی چاہی سب میں پہلے امام اجل  
 امام عزالدین بن عبدالسلام نے بیعت فرمائی پھر سلطان بیرس پھر قاضی پھر امرا و غیر ہم نے  
 اب پھر ابوالعباس احمد عالم بامر اللہ کے بیٹے تیسرے خلیفہ مصری مستنصر کی خلافت  
 کا امضا اور اس کی صحت کا ثبوت امام اجل تقی الدین بن دقیق العید کے فتوے سے ہوا  
 ان کے عہد نامہ خلافت میں تھا الحمد للہ الذی ادا ہم الاممۃ من قریش وجعل الناس لہم  
 فی هذا الامر فغیرہم بالخلافۃ المعظمۃ لا یدعی ولا یسہی سب خویشان اللہ  
 کو جس نے خلیفہ ہمیشہ قریش میں سے کیے اور تمام لوگوں کو خلافت میں اون کا تابع کیا تو غیر  
 قرشی کو نہ خلیفہ کہا جائے نہ وہ اس نام سے پکارا جائے اس پر قاضی القضاۃ شمس الدین حنفی  
 کے دستخط ہوئے جم پھر مستنصر کے بیٹے ابوالعباس احمد عالم بامر اللہ کی صحت خلافت پر  
 امام قاضی القضاۃ عزالدین بن جماعہ نے شہادت دی اور ان کی مثال بیعت ملائم احمد شہاب  
 ابن فضل اللہ نے لکھی اور اس میں ان کو خلیفہ جامع شرط خلافت لکھا اور لکھا کہ وصل اللہ



الی مستحقہ حق بحقدار رسید۔ کل ذلک فی حسن المحاضرۃ ۵ امام اجل ابو زکریا نووی  
 اسی خلافت مصریہ کے دور میں شرح صحیح مسلم میں فرما رہے ہیں قد ظہر ما قالہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم من نہ منہ الی الان الخلفۃ فی قریش رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم کا ارشاد ظاہر ہو گیا کہ جب سے آج تک خلافت قریش ہی میں ہے دیکھو ا کا بر  
 ائمہ برابر انھیں خلفا مانتے آئے ۸ امام غامی حفظہ اللہ الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء  
 میں یہ تمام خلافتیں بغدادی پھر مصری ذکر کیں اور خطبہ میں فرمایا ترجمت فیہ الخلفاء  
 امراء المؤمنین القائمین بامر الامۃ عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی  
 عہدنا ہذا میں نے اس کتاب میں ان کے احوال بیان کیے جو خلیفہ امیر المؤمنین کا راست  
 پر قیام کرنے والے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت سے ہمارے زمانے تک  
 ہوئے و پھر فرمایا میں نے ان میں کسی عبیدی کا ذکر کیا کہ کئی وجہ سے اس کی خلافت صحیح  
 نہیں ایک تو وہ قرشی تھے دوسرے وہ بد مذہب بیدین کم از کم رافضی تھے و مثل کھو  
 لا تنقل لہم بیعت ولا تصولہم امامۃ ایسوں کے لیے نہ بیعت ہو سکے نہ ان کی  
 خلافت صحیح تیسری یہ کہ اس کی بیعت اس وقت ہوئی کہ خلافت عباسی قائم تھی اور ایک وقت  
 میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے چوتھے یہ کہ حدیث فرما چکی کہ خلافت جب بنی عباس کو ملیگی  
 پھر ظہور امام مہدی تک دوسرے کو نہ پہنچے گی ان وجود سے میں نے عبیدیوں کو ذکر نہ کیا  
 و انما ذکرنا الخلیفۃ المتفق علی صحۃ امامتہ میں نے وہی خلفا ذکر کیے جن کی صحت خلافت  
 پر اتفاق ہے۔ دیکھو کیسے صریح نص میں کہ یہ کمزور خلافتیں بھی صحیح خلافت ہیں آخر کیلئے اس  
 لیے کہ قرشی ہیں اور زبردست طاقتور سلاطین غیر قرشی نہ رہا جب خلیفہ مستکفی باللہ نے  
 شعبان ۳۳۰ یا ۳۳۱ میں وفات پائی اور اپنے بیٹے احمد حاکم بامر اللہ کو ولیعہد کیا سلطان  
 ناصر الدین محمد بن قلاوون ترکی نے کہ ۳۳۲ میں مستکفی باللہ سے رنجیدہ ہو گیا اور ۸۰۰ اذی العجم  
 ۳۳۴ کو اس سے مصر سے باہر شہر قوص میں مقیم کیا اگرچہ ادارات پہلے سے بھی قائم تھیں



اور خطبہ و سکہ خلیفہ ہی کا جاری رہا (اس عہد کو نمائنا اور جبر خلیفہ مستکفی کے بھتیجے ابراہیم بن محمد  
 بن حاکم بامراہ کے لیے بیعت لی (اگرچہ مرتے وقت خود اسپر نام ہوا اور سرداروں کو وصیت  
 کی کہ خلافت ولیعہد مستکفی اموی کے لیے ہو جس پر ابن فضل الشرنی وہ لکھا کہ حق بحق ارسید)  
 ابن قلاؤن کی اس حرکت پر امام جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں فرمایا کہ المذعوظ  
 برنا صر بن قلاؤن پر اس کے سب سے زیادہ عزیز بیٹے امیرانوک کی موت کی مصیبت ڈالی  
 یہ اسے پہلی سزا دی پھر مستکفی کے بعد سلطنت سے مستعفی نہ ہوا ایک سال اور کچھ روزوں  
 بعد اللہ عزوجل نے اسے ہلاک کیا بلکہ بعض نے مستکفی کی وفات ۷۲۱ھ میں بھی  
 ہی تو یونین ہی میں بعد مراثیہ اللہ فیمن من احد من الخلفاء لبسوع فان اللہ تعالیٰ  
 یقصمہ عاجلاً وایدخلہ فی الآخرة من العذاب اشد سنت الہیہ ہے کہ جو کوئی  
 کسی خلیفہ برائی کرے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک فرمادیتا ہے اور وہ جو آخرت میں اس کو  
 لیے رکھتا ہی سخت تر ہی پھر اولاد ابن قلاؤن میں اس کی شامت کی سرایت بیان  
 فرمائی کہ اوئین جو بادشاہ ہوا تخت سے اتارا گیا اور قہد یا جلاوطن یا قتل کیا گیا خود  
 اس کا ہیلی بیٹا کہ اس کے بعد تخت پر بیٹھا وہ مہینے سے کم میں اتار دیا گیا اور مصر سے  
 قس ہی کو بھیجا گیا جہاں سلطان نے خلیفہ کو بھیجا تھا اور وہیں قتل کیا گیا۔ ناصر نے  
 چالیس برس سے زیادہ سلطنت کی اور اس کی نسل سے بارہ بادشاہ ہوئے جن کی مجموعی مدت  
 اتنی نہ ہوئی (۳) نیز امام مودع کتاب موصوف میں فرماتے ہیں اهل زمان مصر من  
 حین صارت دار الخلافۃ عظام مرھا و کثرت شعائر الاسلام فیھا و علت فیھا  
 السنۃ و حفت عنھا البدعۃ و صارت محل سکون العلماء و محط رحال الفضلاء و هذا  
 سر من امر اللہ تعالیٰ اودعہ فی الخلافۃ النبویۃ کما دل ان الامان والعلم  
 یكونان مع الخلافۃ ایضا کانت ولا یظن ان ذلك بسبب الملوک فقد عانت  
 ملوک نبی الیوب اجل قدر او اعظم قدر امن ملوک جاءت بعدہم بکثیر و لم



تھیں مصر فی زمانہ کبغداد و فی اقطار الارض الآن من الملوك من هو اشد  
 بأسا و اکثر حندا من ملوك مصر كالعجم والعراق والروم والهند والمغرب ليس  
 الدين قائما بلادهم كقيامه مصر ولا شعائر الاسلام ظاهرة في اقطارهم  
 كظهورها في مصر ولا نشرت السنة والحديث والعلم فيها كما في مصر يعني  
 جب دار الخداۃ ہوا اوس کی شان بڑھ گئی شعائر اسلام کی اوس میں کثرت ہوئی سنت غالب  
 ہوئی بدعت مٹتی ملکا کا جنگل فضلا کا جنگل ہو گیا اور یہ راز الہی ہر کہ اوسنے خلافت نبوت  
 میں رکھا ہر جس طرح حدیث میں آیا کہ خلافت جہان ہو گی علم و ایمان اوس کے ساتھ ہو گئے  
 اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ مصر میں وہ دین کی ترقی سلاطین کے سبب ہوئی کہ سلاطین نبی الیوب  
 سلاطین مابعد سے بہت زیادہ جلیل القدر تھے اور اوس کے زمانے میں مصر بغداد کو نہ پہنچتا تھا  
 اور اب اطراف زمین میں وہ سلاطین ہیں کہ سلاطین مصر سے اوس کی آنی سخت اور لشکر زائد  
 جیسے ایران - عراق - روم - مغرب - ہندوستان - مگر دین وہاں ایسا قائم نہیں جیسا مصر  
 میں ہر نہ شعائر اسلام ایسے ظاہر نہ سنت و حدیث و علم کا ایسا شہوخ یہ سب خلافت ہی کی برکت  
 ہے ۔ دیکھو کیسا جبار و بالا اقتدار سلاطین کو زمین ترک بھی نہیں الگ کر دیا اور خلافت  
 نبوت اسی کمزور خلافت مصر میں مانی ۔ آخر یہ فرق قریشیت نہیں تو کیا ہے ۔ (۷) اگر  
 کہیے وہ خلافت سے نامزد ہو چکے تھے لہذا بعد کے سلاطین نے اگرچہ جامع شروط  
 تھے اپنے آپ کو خلیفہ بنانا کہ خلافت جب ایک کیلئے ہوئے دوسرا نہیں ہو سکتا  
**اقول اولاً** یہ ہو تو سلاطین مابعد میں ہو بیس کی سلطنت تو پہلے منعقد ہوئی تھی  
 پھر دوسرے کو خلیفہ بنانے اور اوس کے آگے ہاتھ پھیلانے اور یہ سلسلہ ماضیہ جلالہ  
 جلالہ کے کیا معنی تھے کاش سلطان اپنے آپ کو معزول کر لیتا اور مستنصری کے  
 ہاتھ میں باگ دیتا مگر نہیں وہ سلطنت پر قائم رہا اور تمہارے زعم میں خود ہمیں کی  
 خلافت صحیحہ اور ہر مسلمان پر شرعاً واجب التسلیم تھی اب اوسنے انتخاب کی طرف آ کر



اپنی صحیح شرعی خلافت تو باطل کر دی اور ایک اسمی رسمی قائم کی یہ کیسا جنون ہوا جسے تمام  
 علماء عصر نے بھی پسند کیا طرفہ تر یہ کہ یہ اپنی حکومت شرعی طور پر منوانے کے لیے کیا  
 جسکا مسٹر کو بھی اعتراف ہے حالانکہ اس سے پہلے ہی اسکی خلافت کا ماننا آپکے نزدیک  
 شرعاً واجب تھا اور اب نہ اسکا انتخاب نے شرائط عامہ کین وہ نہ اسمین مین نہ اسکی خلافت  
 مین تو اپنی خلافت کھوئی خلیفہ اسمی سے تولیت لی وہ گئی اور یہ نہوی دونوں دین کی  
 گئے ایسے گلے مین طوق اور پاؤں مین بیڑیاں پہنی تھیں ۴۰ بیکسیہاے تناکہ دنیا و دین  
 تعرض یہ ایجا و آد اوہ مہمل و بیعنے نہیان ہے جو سلاطین و علماء کی خواب مین بھی تھا وہ یقیناً  
 جانتے تھے کہ خلافت مین ہمارا کچھ حصہ نہیں اور داغ تغلب ہم سے نہ ٹیگا جب تک کسی خلیفہ  
 قرشی سے اذن نہ لین لہذا یہ صورت خلافت قائم کی کہ مالایہ لک کلا لایترک کلا  
 (۸) ثانیاً دنیا مین اسلامی سلطنتیں مختلف ممالک مین پھیلی ہوئی تھیں اور ہر ایک  
 اپنے ملک کا حاکم مستقل اور آپکی دونوں شرط خلافت کا جامع تھا اور تبدل ایام و موت  
 و تقرر سلاطین سے بھی یہاں کی سلطنت پہلے ہوئی کبھی وہاں کی اور مین کسی متاخر نے  
 یہ سببانا کہ خلافت اس دوسرے سلطان کا حق ہے مجھے اس سے اذن و پروا لینا  
 چاہیے لیکن سمجھا تو اس قرشی خلافت کا محتاج سمجھا تو ہرگز اس کی بنا تقدم و تاخر تھی بلکہ  
 وہی ایک اکیلی شرط قرشیت کہ نامقتدری خلیفہ کی حالت مین بھی اپنا رنگ جمالی اور بڑے  
 بڑے اقتدار و جبروت مالونکا سر پر سار کھکالی تھی! الحمد للہ کسی روشن بیان و ثبوت ہوا کہ یہ سار  
 جگہ شرط قرشیت کی تھی تمام سلاطین کا خود ہی عقیدہ تھا کہ ہم بوجہ عدم قرشیت لائق خلافت نہیں قرشی کو سوا دوسرا  
 شخص خلیفہ نہیں ہو سکتا کہ ہر وقت و قرن کو علماء و مین ہی بتاؤں اور قطعاً ہی مذہب المہنت ہے اور کسی  
 پر اجماع صحابہ و اجماع امت ہے اور اسی پر احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کی متواتر شہادت ہے فماذا بعد الحق الا الضلال رہا مسئلہ اعانت کیا آپ  
 لوگوں کے زعم مین سلطان اسلام کی اعانت کچھ ضرور نہیں صرف خلیفہ کی اعانت جائز ہے



کہ مسلمانوں کو اعانت پر اور بھارنے کے لیے اذعان سے خلافت ضرور ہوا یا سلطان مسلمان  
 کی اعانت صرف قادر و ن پر ہو اور خلیفہ کی اطاعت بلا قدرت بھی فرض ہے یہ نصوص  
 قطعیہ قرآن کے خلاف ہے اور جب کوئی وجہ نہیں پھر کیا ضرورت تھی کہ سیدھی بات میں  
 جھگڑا ڈالنے کیلئے جملہ علماء کرام کی واضح تصریحات متظاہرہ اور اجماع صحابہ اجماع  
 امت و احادیث متواترہ کے خلاف یہ تحریک لفظ خلافت سے شروع کر کے عقیدہ  
 اجماعیہ اہلسنت کا خلاف کیا جائے خارجیوں معتزلیوں کا ساتھ دیا جائے ویرادکار  
 تادیبوں تہدیبوں تحریکوں خیانتوں عنادوں مکابروں سے حق چھپانے اور بال بھیلانے  
 کا ٹھیکہ لیا جائے والعیاذ باللہ تعالیٰ اب ہم بتوفیق تعالیٰ اس اجمال مفصل  
 کی تفصیل محل کے لیے کلام کو ایک مقدمہ اور تین فصلیں منقسم کرتے ہیں **مقدمہ**  
 خلیفہ و سلطان کے فرق اور یہ کہ کسی عرف حادث سے مسئلہ خلافت مصطلحہ شرعیہ پر  
 کوئی اثر نہیں ہو سکتا **فصل اول** احادیث متواترہ و اجماع صحابہ و تابعین و مب  
 ہندب اہلسنت منصرہم اید تعالیٰ سے شرط قریشیت کے روشن ثبوت **فصل دوم**  
 خطبہ صدارت میں مولوی فرنگی محلی صاحب کی ۵ اسطری کا رگزاری کی ناز برداری **فصل سوم**  
 رسالہ خلافت میں مسٹر ابوالکلام آزاد کے ہدایات و تبلیغات کی خد متلزاری و باللہ  
 التوفیق کا حرب سواہ و الصلاۃ و السلام علی مصطفیٰ و آلہ و صحبہ و رالہ

**مقدمہ**  
 خلیفہ و سلطان کے فرق اور یہ کہ سلطان کہہ دیا جانا ہی خلیفہ نہونی کی  
 کافی دلیل ہے اور یہ کہ لفظ خلیفہ میں اگر کوئی عرف حادث ہو بھی تو اس سے  
 خلافت مصطلحہ شرعیہ پر کیا اثر

(۱) خلیفہ مکرانی و جہان بانی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب مطلق تمام



امت پر ولایت عامہ والا ہے شرح عقائد نسفی میں ہے (خلافتہم) ای نبیائتھم عن الرسول  
 فی اقامۃ الدین حیث یجب علی کافۃ الامم والاتباع خود سر کفار کا اور نماشا شرعاً اور  
 استحقاق ولایت عامہ میں مغل نہیں جس طرح اونکا خود نبی کو نماشا یوں میں روز زمین کے مسلمانوں  
 میں جو اسے نماشا اور اسکی خلافت میں خلاف نہ آئیگا یہ خود ہی باقی قرار پائیگا اور اصطلاح  
 میں سلطان وہ بادشاہ ہے جسکا تسلط قہری ملکوں پر ہو چھوٹے چھوٹے والیان ملک اور سکے  
 وزیر حکم ہوں کماذکرہ الامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی حوزہ المحاضرۃ  
 عز بن فضل اللہ فی المسائل عن علی بن سعید یہ دو قسم ہے۔ مولا جسے خلیفہ نے  
 والی کیا ہو اسکی ولایت حسب عطا و خلیفہ ہوگی جسقدر پر والی کرے وہ نہرا متقلب کہ  
 بزور شمشیر ملک و بادشاہ اسکی ولایت اپنی قلمرو پر ہوگی و بس (۳) کہ اول پر متفرع ہے  
 خلیفہ کی اطاعت غیر محصیت انہی میں تمام امت پر فرض ہے جسکا منشا خود اسکا منصب  
 کہ نائب رسول رب ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سلطان کی اطاعت صرف اپنی قلمرو  
 پر۔ پھر اگر مولا ہے تو بواسطہ عطا و خلیفہ اس منصب ہی کی وجہ سے کہ اسکا امر  
 امر خلیفہ ہے اور امر خلیفہ امر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اگر متقلب ہے تو نہ اول کے  
 منصب کے کہ وہ شرعی نہیں بلکہ دفع فتنہ اور اپنے تحفظ کیلئے خود مسٹر آزاد نے فتح الباری  
 سے دربارہ سلطان متقلب نقل کیا ہے طاعتہ بخیر من الخیر و جہ علیہ لما فیہ من  
 حقن الدماء و تسکین الدھماء (۴) کہ دوم پر متفرع ہے خلیفہ نے جس مباح کا حکم ہوا  
 حقیقتہً فرض ہو گیا جس مباح سے منع کیا حقیقتہً حرام ہو گیا یہاں تک کہ تنہائی و خلوت میں بھی اسکا  
 خلاف جائز نہیں کہ خلیفہ نہ دیکھے اور دیکھتا ہے ایک زمانے میں خلیفہ منصور نے امام الائمہ  
 سراج الامہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا تھا امام ہمام کی  
 صاحبزادی نے گھر میں ایک مسئلہ پوچھا امام نے فرمایا میں جواب نہیں دے سکتا خلیفہ نے منع  
 کیا ہے یہاں سے ظاہر ہو کہ خلیفہ کا حکم مباح درکنار فرض کفایہ پر غالب ہے جبکہ دوسرے



اسکے ادا کرنا اسے موجود ہون کر اب اوسکا ترک معصیت نہیں تو حکم خلیفہ نافذ ہو گا اگر پر خلیفہ  
 عالم بلکہ خود اوسکا وہ حکم ظلم ہو کہ امام کو فتویٰ سے روکنا نہ ہو گا مگر ظلم اور سلطان مستغلب جس کی  
 ولایت خلیفہ سے مستفاد نہ ہو اوسکے امر و نہی سے مباحات فی نفسہا واجب و حرام نہ ہو جائینگے  
 تنہائی میں اسطور پر کہ اوسے اطلاع پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو مباح الہی الامت پر رہیگا علامہ شہناشیر  
 خاجی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب سیم الریاض و عنایۃ القاضی وغیرہما کتب نافعہ کے زمانے میں  
 سلطان نے حقہ چنے سے لوگوں کو منع کیا تھا یہ پردہ ڈال کر پتے امام علامہ عارف بالہر سیدی  
 عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی رسالہ الصلح بین الاخوان میں فرماتے ہیں میں نہ خود حقہ پیتا ہوں  
 نہ میرے گھر بھر میں کوئی پیتا ہے مگر مباح کو حرام نہیں کہہ سکتا اور منع سلطانی کے جواب میں  
 شرح یہ ابن العما دین فرماتے ہیں لہت شعری ای امر امریہ یتمسک بہ امرہ الناس  
 بترکہ او امرہ باعطاء الناس علیہ علوان المراد امر اولی الامر فی الایۃ العلماء علی صلح  
 الاقوال کما ذکرہ العینی فی آخر مسائل شعی من شرح الکنتر والیضاہل منع السلاطین  
 الظلمۃ شہیت حکما شرعیاً وقد قالوا من قال لسلطان زماننا عادل کفر  
 یعنی کاش میں جانتوں کہ سلطان کا کونسا حکم لیا جائے یہ کہ لوگ حقہ نہ پین یا یہ کہ تنباکو پر محس  
 دین معہذ آیہ کریمہ میں اصح قول یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں جس طرح شرح کنز امام  
 عینی میں ہے نیز کیا ظالم سلاطین کا حکم حکم شرعی ہو جائیگا حالانکہ ائمہ دین نے نصرت غفرانی  
 ہے کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے کافر ہو جائیگا انتہی یہ ارشاد امام علم الہدی  
 ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے زمانے کے سلاطین میں ہے جنہیں ہزار ہوں  
 زائد ہو کر نہ کہ اب۔ نساہل اللہ العز و العافیہ (۴۴) کہ نیز دوم پر متفرع ہے خلیفہ ایک وقت  
 میں تمام جہان میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین و ملوک میں دس خود مستر آزاد و مقتدر ہیں  
 ص ۴۴ اسلام نے مسلمانوں کی حکومت ایک ہی قرار دی تھی یعنی تمام روی زمین پر مسلمانوں کا  
 صرف ایک ہی فرمانروا و خلیفہ ہو (۵) کوئی سلطان اپنے انفراد سلطنت میں دوسرے



سلطان کے اذن کا محتاج نہیں مگر ہر سلطان اذن خلیفہ کا محتاج ہے کہ بے اس کے اس کی حکومت شرعی و مرضی شرع نہیں ہو سکتی خود آراء کے مسئلے سے گزرا کہ خلافت کی عظمت دینی

نے مجبور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی طور پر منوادیئے کے لیے مقام خلافت سے پروانہ نیابت حاصل کرتے رہیں (۶) خلیفہ بلا وہ شرعی کسی بڑے سے بڑے سلطان کے معزول کیے معزول نہیں ہو سکتا خود جہاں و سرکش قوا و ترک کہ متوکل بن معصوم بن ہارون رشید کو قتل کر کے خلفا پر مادی ہو گئے تھے جب انہیں کسی کو زندہ رکھ کر معزول کرنا چاہتے خود اسے مجبور کرتے کہ خلافت سے استعفاء دے تاکہ عزل صحیح ہو جائے بخلاف سلطان کہ خلیفہ کا صرف زبان سے کہہ دینا میں نے تجھے معزول کیا اس کے عزل کو اسے (۷) سلطنت کے لیے قرشیت در کنار حریت بھی شرط نہیں بہتیرے غلام بادشاہ ہو

خود سالہ آزاد ۵۵ میں ہر غلاموں نے بادشاہت کی ہے اور تمام سادات و قریش نے ان کے آگے اطاعت کا سر جھکا یا ہے اور خلافت کے لیے حریت باجماع حملہ اہل قبلہ شرط لما فی المواقف و شرحہ و عامۃ اللشب یہاں سے خلیفہ و سلطان کے فرق ظاہر ہو گئی نیز کھل گیا کہ سلطان خلیفہ سے بہت نیچا درجہ ہے لہذا کبھی خلیفہ کے نام کیساتھ لفظ سلطان نہیں کہا جاتا کہ اس کی کسر شان ہے آج تک کیسے سلطان ابو بکر صدیق سلطان عمر فاروق سلطان عثمان غنی سلطان علی مرتضیٰ بلکہ سلطان عمر بن عبدالعزیز بلکہ سلطان ہارون رشید نہ سنا ہو گا کسی خلیفہ اموی یا عباسی کے نام کیساتھ اسے نہ پانگا تو کھل گیا کہ جس کے نام کے ساتھ سلطان لگاتے ہیں اسے خلیفہ نہیں مانتے کہ خلیفہ اس سے بلند و بالا ہے یہی وہ خلافت مصطلکہ شرعہ ہے جس کی بحث ہے اسکے لیے قرشیت و غیر ہاسات شرطین لازمی ہیں عرف حادث میں اگر کسی سلطان کو بھی خلیفہ کہیں یا مدح میں ذکر کر جائیں وہ نہ علم شرع کا نافی ہے نہ اصطلاح شرع کا متنافی۔ جس طرح اجماع اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں جو دوسرے کو معصوم مانے اہلسنت سے



خارج ہر پھر عرفِ عادت میں بچوں کو بھی معصوم کہتے ہیں یہ خارج از بحث ہے جیسے رٹوں  
کے معلم تک کو خلیفہ کہتے ہیں یہ بحث واجب الحفظ ہے کہ دھوکا نہ دہاں التوفیق۔

## فصل اول

احاد متواترہ سرکار رسا واجماع صحابہ و تابعین ائمہ امت مذہب  
مذہب اہلسنت جماعت شرط قریشی شہین

احادیث شریفہ کو میں جدالاًون اوکی تخریج و شان تواتر بتاؤن اول سے ہتمام تقریب  
و وجہ احتجاج دکھاؤن اس سے یہی بہتر کہ کتب عقائد و کتب حدیث و کتب فقہ و اقوال  
جلیلہ ائمہ کرام و علماء اعلام سناؤن کہ اول میں وہ سب کچھ بفضلہ تعالیٰ بروجہ کافی و کافی  
ہر ہر وہم و وسوسہ کا کافی و کافی ہے وہی تھیں بتا دینگے کہ حدیثیں متواتر ہیں اول کی  
بجائیں قاہرہ میں ہر طبقہ و قرن کے اجماع متظاہر ہیں مخالف سنی نہیں خارجی معتزلی گمراہ  
خاص میں و بالتوفیق

## کتاب عقائد

امام ہمام مفتی ابن والانس عارف باللہ رحمہ اللہ والد بن عمر نسفی استاذ امام برہان الملہ والد بن  
صاحب ہدایہ رحمہما اللہ تعالیٰ کا متن عقائد مشہور بہ عقائد نسفی جو سلسلہ نظامیہ و دیگر سلاسل  
تعلیمیہ میں عقائد اہلسنت کی درسی کتاب ہے جسے درس میں اسی لیے رکھا ہے کہ طلبہ عقائد  
اہلسنت سے آگاہ ہو جائیں اس کتاب طیل میں ہر ذی کون قولیں و لایحوزہ من غیر ہم  
یعنی خلیفہ قریش سے ہو لہر قریشی جائز نہیں شرح علامہ تفتازانی میں ہر کہ مخالف قبہ الہ  
الخواجہ و بعض المعتزلہ قریشیت کی شرط میں کیسے خلاف نکلیا مگر خارجہ میں اور بعض معتزلیوں



نے اور یمن ہے بشرط ان کیون الامام قریشیا نقول علیہ الصلاۃ والسلام الائمة  
 من قریش و هذا وانما كان خبرا واحدا المار واه ابو بکر محتجاً به على الانصار ولم يندرج احد  
 فصار مجمعا عليه یعنی شرط یہ ہو کہ خلیفہ قریشی ہو بدلیل قول نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 الائمة من قریش اور یہ حدیث اگرچہ خبر واحدہ ہے لیکن جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ نے انصار پر حجت میں اسے پیش کیا اور صحابہ کرام میں کیسے اس پر انکار کیا تو اس پر  
 اجماع ہو گیا کتاب قواعد العقائد امام حجتہ الاسلام غزالی میں ہے شرط الاحاطة لیسبة  
 قریش لقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الائمة من قریش غلافہ کی شرط نسب قریشی ہے  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خلفا قریش سے ہیں اس کی شرح اتحاف میں ہے  
 ان كثيرا من المعتزلة نفی هذا الاشتراط ودلیل اهل السنة قوله صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم الائمة من قریش قال العراقي اخرجه النسائي من حديث اللؤلؤ والمعاوية  
 من حديث علي وصحاحه قلت وكذا اخرجه احمد من حديث ابی هريرة وابی بکر الصديق  
 والطبرانی من حديث علي وعنده عن انس بلغظ ان المذاكي في قریش و اخرجه يعقوب  
 بن صفیان والبولعلي والطبرانی بن طريق سكين بن عبد العزيز ثنا سيار  
 بن سلامة ابو المنهال قال دخلت مع ابی علی ابی برة الاسلمی فسمعتہ يقول سمعت  
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يقول الا حرام من قریش الحرام یعنی بہت معزولین  
 نے شرط قریشیت کا انکار کیا اور اہل سنت کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد  
 ہے کہ خلفا قریش سے ہوں امام زین الدین عراقی نے فرمایا یہ حدیث نسائی نے حضرت انس  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حاکم نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کریم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی  
 اور کہا یہ حدیث صحیح ہے میں کہتا ہوں یوہن اسے امام بخاری نے کتاب التاريخ اور ابوی  
 داؤد اور طحاہی و بزار نے انس اور امام احمد نے ابو ہریرہ و حضرت مسدق اکبر  
 اور طبرانی نے مولیٰ علی سے روایت کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع میں۔ نیز طبرانی کے یہاں



بزوات انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان المظنون سے ہے کہ سلطنت قریش میں ہی اور محبوب  
 بن سلیم و ابو یعلیٰ و طبرانی نے سکین بن مہملہ العزیز سے روایت کی کہ ہم سے سیار بن سلامہ ابو المنہا  
 نے حدیث بیان کی کہ میں ابنہ والہ کیساتھ ابو بردہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور میں  
 یہ حدیث روایت کرتے تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا  
 کہ خلفا قریش سے ہیں بخیر و کرم و یحج حدیث کا نزاع ہذا الامر فی قریش و شواہد  
 و کلام ماخوذ من الفتوح **مشاہیرہ** امام محقق علی الاطلاق کمال الدین بن الہمام میں ہے  
 شرط الامام نسب قریش خلافاً لخصم من المعزولہ خلیفہ کی شرط نسب قرشی ہے بہت  
 معتزلیوں کے خلاف **مشاہیرہ** علامہ ابن ابی شریف شافعی تلمیذ امام بن الہمام میں ہے  
 لنا قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاثمہ من قریش قد منّا بخیر و قولہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم الناس تبع لقریش اخرجہ الشیخان و فی البخاری من حدیث معویہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ہذا الامر فی قریش ہمہ السنۃ کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفا قریش سے ہیں ہم نے اس حدیث کی تخریج اوپر بیان کی  
 نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ سب آدمی قریش کے تابع ہیں  
 اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا نیز بخاری میں امیر مہویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث  
 سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک خلافت قریش میں ہے اور  
 تخریج حدیث چھ ورق اوپر بیان کی روایۃ النساء من حدیث انس و رواہ شعناہ الطبرانی  
 فی الدعاء و البزائر و البیہقی و افردہ شیخنا الامام الحافظ ابو الفضل بن حجر یحییٰ جمع  
 فیہ طرقة عن حمزہ بن العباس صحابیہ حدیث نسائی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت  
 اور بھی مضمون طبرانی نے کتاب الدعاء و البزائر و البیہقی نے روایت کیا اور ہمارے شیخ امام  
 حافظ ابو الفضل ابن حجر عسقلانی نے خاص اس حدیث میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس میں اسکی  
 روایات قریب چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جمع کیں۔ علامہ امام قاسم بن



قتل و بقاء مخفی تلمیذ امام ابن الہمام تعلیقات مسایرہ میں فرماتے ہیں اما عندنا الشریعۃ  
 النواحی لبعضہا الزم لا تتخذ بدوہ وہی الاسلام والذکر لیرۃ والحریۃ  
 والعقل والبلوغ واصل الشیخاۃ وان یکون قرشیاً ہمارے نزدیک خلافت  
 کی شرطیں کئی قسم ہیں بعض تو شرط لازم ہیں کہ ان کے بغیر خلافت صحیح ہی نہیں ہو سکتی وہ  
 یہ ہیں اسلام اور مرد ہونا اور آزادی عقل و بلوغ و اصل شیخاۃ اور قرشی ہونا پھر فرمایا  
 اما نسب قریشی فلقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والایمۃ من قریش وادۃ  
 البراءہ وھذا وان کان خبر واحد فقد اتفقت الصحابۃ علی قبولہ  
 قالہ الامام ابو العباس الصابیونی وغیرہ قریشی ہونا اس لیے شرط ہے کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خلفا قریشی ہوں اسی بزار نے روایت کیا  
 اور یہ اگرچہ خبر آحاد ہو مگر صحابہ کرام نے اس کے قبول پر اجماع فرمایا یہ امام ابو العباس  
 صابیونی وغیرہ نے افادہ فرمایا طواعی النوار علامہ بیضاوی ہیں ہر التاسعة  
 کونہ قرشیاً خلافاً للخواج جمع من المعتزلۃ لنا قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 الایمۃ من قریش واللام فی الجمع حیث لا عہد لا یوم یعنی خلافت کی نوین شرط  
 قریشی ہونا ہے اس میں خارجیوں اور ایک گروہ معتزلہ کو خلافت ہے کہ وہ خلیفہ  
 کا قریشی ہونا ضروری نہیں جانتے ہماری دلیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفا قریش سے ہوں جہاں عہد نہ ہو جمع پر للزم استغراق کے  
 لیے ہوتا ہے یعنی تمام خلفا قریش ہی سے ہوں موافقت میں ہو یکون قرشیاً  
 ومنعہ الخواج وبعض المعتزلۃ لنا قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الایمۃ  
 من قریش ثم ان الصحابۃ عملوا بمضمون هذا الحدیث واجمعوا علیہ  
 فصارت قاطعاً یعنی خلیفہ قریشی ہو خارجی اور بعض معتزلی اس شرط کے منکر ہیں ہماری  
 دلیل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلیفہ قریشی ہوں پھر صحابہ کرام اس



حدیث کے مضمون پر عامل ہوئے اور اولیٰ کا اس پر اجماع ہو اور وہ دلیل قطعی ہوگی شرح  
 سلامہ سید شریفین میں ہر صارف دلیل قاطعہ یقینہ البغیر بشرط القرشیہ یعنی دلیل قطعی  
 ہوئی جس سے قرشیت کا شرط ہونا یقینی ہو گیا اوستی میں ہر اشتراطہ الامتصاصیہ یعنی امتصاص  
 نزدیک خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے مقاصد میں ہر لیشترط فی الامام کو نہ قرشی بقولہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الامۃ من قریش امام میں شرط ہے کہ قرشی ہو رسول اللہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خلفا قریش سے ہوں شرح مقاصد میں ہر التفت الامۃ علی  
 شرط کو نہ قرشی خلا فی الخوارج لنا السنۃ ولا جماع اما السنۃ فقولہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم الامۃ من قریش واما الاجماع فہو انہ لما قال الاتصا ربحا تفتیفة منا امیر  
 منکم امیر معہم ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد کہ کوئٹھم من قریش ولم یکرہ علیہ  
 احد من الصحابۃ وکان اجماعا یعنی تمام امت کا اجماع ہے کہ خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے  
 اس میں مخالفت خارجی ہیں اور اکثر معتزلی ہماری دلیل حدیث و اجماع امت ہے حدیث توحید  
 اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفا قریش سے ہیں اور اجماع یوں کہ جب انصار  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روز سقیفہ بنی ساعدہ ہمارے رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہا اب کیا امیر  
 ہم میں سے اور ایک تم میں سے او نہیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعویٰ خلافت کر  
 لیا اور کہا کہ تم قریشی نہیں (اور خلیفہ کا قریشی ہونا لازم ہے) اس پر کسی صحابی نے انکار کیا  
 اور اجماع ہو گیا شرح فقہ اکبر میں ہر لیشترط ان یكون الامام قرشیاً بقولہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم الامۃ من قریش وھو حدیث مشہور و لیس المراد بہ الامانۃ بل الصلاۃ  
 اتفاقا فتعینت الامامۃ الکبریٰ خلا فی الخوارج و بعض المعتزلۃ لہ یعنی شرط یہ ہے  
 کہ خلیفہ قریشی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا امۃ قریش سے ہیں اور یہ حدیث  
 مشہور ہے اور اس میں امامیت نماز باجماع مراد نہیں تو ضرور خلافت مراد ہے اس میں مخالفت  
 خارجی ہیں یا بعض معتزلی طریقیہ محمد یہ میں ہر المسلمون لا بد لہم من امام قرشی



ولا یشترط ان يكون هاشميا يعني مسلمانوں کے لیے ضرور ہے کہ کوئی قریشی خلیفہ  
 ہو اور ہاشمی ہونا شرط نہیں حدیقہ مذہب میں ہر یکوں میں قریش ولا يجوز من غیر ہاشمی  
 خلیفہ قریشی ہو غیر قریشی کی خلافت درست نہیں۔ مگر سید امام اہل شکر رسالی جسے سلطان  
 الاولیا محبوب الہی نظام الحق والدین نے درس میں پڑھا اول میں ہے اجعنا علی ان  
 الامام من ذلہذا ولا يكون من غیرہ ہم الامست کا اجماع ہے کہ خلیفہ قریش ہی ہو اور کئے غیر کی نہیں

## کتب حدیث

صحیح مسلم صحیح بخاری میں ہر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یزال هذا  
 الامر فی قلوبنا من الناس اثنا عشر خلفا من قریش کے لیے ہے جب تک دنیا میں  
 دو آدمی بھی رہیں شرح صحیح مسلم نظام السنودی و شرح صحیح بخاری نظام القسطلانی و مرقاة  
 علی قاری میں ہر من علی اللہ تعالیٰ وسلم ان هذا الحکم مستملی آخر الدنیا ما بقی من  
 الناس اثنا عشر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظاہر فرمادیا کہ حکم ختم دنیا تک ہے  
 جب تک دو آدمی بھی رہیں ارسٹا و الساری شرح صحیح بخاری میں ابن المنیر سے اور  
 مدد القاری امام بدر محمود عینی حنفی میں ہر قریش ہر اصحاب الخلافة وہی مستمر  
 لیسوا لی آخر الدنیا ما بقی من الناس اثنا عشر قریش ہی خلافت والے ہیں وہ ختم دنیا تک  
 انھیں کے لیے ہر جب تک دو آدمی بھی باقی رہیں امام قرطبی کی مضبوط شرح صحیح مسلم میں پھر مدد  
 القاری و فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہر هذا الحدیث خبر من المشی و عبہ ای  
 لا یعتقد الإمامة الکبری الا لقرشی مہا وجد منهم احد اس حدیث میں حکم شرعی کا  
 بیان ہے یہ فرمایا ہے کہ جب تک دنیا میں ایک قرشی بھی باقی رہے اور وہی خلافت صحیح میں  
 امام نووی شرح صحیح مسلم پھر امام قسطلانی شرح صحیح بخاری اور علامہ طیبی و علامہ سید شریف  
 دہلوی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ہذا الاحادیث و اشباہا دلیل ظاہر



ان انحلاۃ مختصة بقریش لا يجوز عقدھا لاحد من غیرهم و لهذا العقد لا جماع  
 فی زمن الصحابة وكذلك بعد همد من خالف فيه من اهل البدع او من خالف من غیرهم  
 فهو محجوج باجماع الصحابة والتابعین فمن بعد همد بالاحادیث الصحیحة  
 یہ حدیثین اور ان کے مثل اور احادیث روشن دہلیس میں کہ خلافت قریش کے ساتھ خاص  
 اونکے سوا کسی خلیفہ بنانا جائز نہیں اسی پر زمانہ صحابہ میں یوہین اونکے بعد اجماع منعقد  
 ہوا تو جن ہند بہون نے اس میں خلافت کیا یا جس نے اور کسی کے خلاف کا اشارہ کیا اوسکا قول  
 صحابہ و تابعین و علماء مابعد کے اجماع اور صحیح حدیثوں سے مردود ہے علامہ ابن المنیر  
 پھر حافظ اعظم نے شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں الصحابة اتفقوا علی افادة المفهوم للحصر  
 خلافا لمن انكر ذلك والی هذا ذهب جمهور اهل العلم ان شرط الامام ان  
 يكون قریشاً وقالت النخارج وطائفة من المعتزلة يجوز ان يكون الامام غیر قریشی  
 وبالغ ضرر زعمهم و فقال تولیة غیر القریشی وقال ابو بکر الطیب له یخرج المسلمون  
 علی هذا القول بعد ثبوت حدیث الائمة من قریش وعمل المسلمون به قریبا بعد  
 قرن والعقد اجماع علی اعتباره ذلك قبل ان یقع الاختلاف یعنی صحابہ نے اتفاق  
 فرمایا کہ حدیث الائمة من قریش خلافت کا قریشی میں حصر فرمائی ہو بر خلاف اوسکے جو اسکا  
 منکر ہو اور یہی مذہب جمہور اہل علم کا ہے کہ خلیفہ کے لیے قریشی ہونا شرط اور خارج ہوں  
 اور ایک گروہ معتزلہ نے کہا کہ غیر قریشی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے اور ضرار بن عمرو یونان تک  
 گیا کہ کہا غیر قریشی کا خلیفہ کرنا بہتر ہے۔ امام ابو بکر ابن الطیب نے فرمایا مسلمانوں نے اس  
 قول کی طرف اتفاق کیا بعد اسکے کہ حدیث الائمة من قریش ثابت ہو چکی اور ہر قرن  
 میں مسلمان اوپر عامل رہے اور اس اختلاف اوٹھنے سے پہلے اوسکے ماننے پر اجماع منعقد  
 ہو لیا۔ امام احمد ناصر الدین اسکندری نے پھر امام احمد شہاب الدین کنانی وجہ دلالت حدیث  
 لا یرار هذا الامر فی قریش میں فرماتے ہیں المبتدئ بالحققة ہما ہوا الامر الواقع

عقده تہذیبی  
 پکارا گیا کہ صحابہ  
 کہ یہ تو صحابہ  
 اس سے اہل علم  
 کا یہ خط کا لفظ ہے  
 شدت میں ہے



صفت لہذا و ہذا الا یوصف الا بالمجنس معتقداً حصر جنس الامر فی قریش کا  
 قال لا امر الا فی قریش و الحدیث و انکان بلفظ الخبر فهو بمعنى الامر و لقیہ خط  
 الحدیث تو تید ذلک یعنی حال حدیث یہ ہر کہ ہذا الامر فی قریش دائماً یہ امر خلافت  
 ہمیشہ قریش کے لیے ہے ہذا مبتدا ہر اور امر او کی صفت اور ہذا کی صفت  
 میں ہمیشہ جس ہی آتی ہر تو مطلب یہ کہ جنس خلافت قریش ہی کے لیے ہر (او کے غیر کیسے  
 اوسکا کوئی فرد نہیں) گویا الفاظ یون ارشاد ہوئی کہ خلافت نہیں مگر قریش میں اور حدیث  
 اگر یہ صورت خبر ہے معنی امر ہے حدیث کی باقی روایتیں اس مسئلے کی مؤید ہیں امام ابن  
 حجر اور ابن سبیلے امام ابن بطال شرح بخاری للہلبی ناقل یحضر انیکون  
 ملک یغلب علی الناس بغیر انیکون خلیفۃ و انما انکر مغویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 خشية ان یظن احد ان المخلوۃ تجوز فی غیر قریش فلما خطب بذلک دل علی  
 ان ذلک المحکمہ عندہم کذلک اذ لم یقل عن احد منهم انکر علیہ یعنی جب حضرت  
 عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ عنقریب ایک بادشاہ قبیلہ تمطان سے  
 ہو گا حضرت امیر مغویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر سخت انکار کیا اور خطبہ پڑھا کہ میں فرمایا  
 میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ خلافت قریش میں ہر یا انکار  
 اس بنا پر تھا کہ کوئی غیر قرشی بادشاہ بھی نہیں ہو سکتا یہ تو جائز ہے کہ کوئی بادشاہ لوگوں  
 پر تغلب کرے اور خلیفہ نہ ہو بلکہ انکار کی وجہ یہ تھی کہ کوئی نہ سمجھے بیٹھے کہ غیر قرشی خلیفہ  
 ہو سکتا ہر لہذا حضرت امیر مغویہ نے خطبہ پڑھا کہ کوئی غیر قرشی خلیفہ نہیں ہو سکتا اور  
 اس پر کسی صحابی نے کہا تو معلوم ہوا کہ ابن سبکایہ مذہب مہلب پھر ابن  
 بطلال پھر عینی و عسقلانی و قسطلانی سب شروح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں  
 لقصطانی اذا قام ولیس منہب النبوة ولا من قریش الذین جعل اللہ فیہم الخلا  
 فہم اکبر تغیر الزمان و تبدل الاحکام جب قحطانی قائم ہو گا اور وہ نہ خاندان



نبوت سے ہی قریش سے جنہیں امر عز و جل نے خلافت رکھی ہو تو یہ ایک بڑا تغیر زمانہ اور  
 احکام شریعت کی تبدیل ہو گا امام اجل قاضی حیاض پھر امام ابو ذر کریم انوی شہ روح  
 صحیح مسلم میں فرماتے ہیں اشترطوا لکونہ قریشا ہو مذہب العلماء کافیہ وقد اختلف  
 بہ ابو بکر و عمر علی الانصار یوم السقیفۃ فلم ینکروا احد وقد عدا العلماء  
 فی مسائل الاجماع ولم ینکل عن احد من السلف فیہا قول ولا فعل یخالف ما  
 ذکرنا وکذلک من بعدہم فی جمیع الاعصار ولا اعتداد بقول النظام و  
 موافقہ من الخوارج و اهل البدع انہ یجوز کونہ من غیر قریش لما ہو علیہ من مخالفتہ  
 اجماع المسلمین خلیفہ من قرشی ہونکی شرط جمیع علما کا مذہب اور بیشک اسی سے  
 صدیق اکبر و فاروق اعظم نے روز سقیفہ انصار پر حجت قائم فرمائی اور صحابہ میں کہنے  
 اسکا انکار نہ کیا اور بیشک علمائے اسے مسائل اجماع میں گنا اور سلف صالح میں کوئی  
 قول یا فعل اسکے خلاف منقول نہ ہوا یونہی تمام زمانوں میں علمائے مابعد سے اور  
 وہ جو نظام معتزلی اور طاعون اور بدعت ہوں بے گنا کہ غمہ قرشی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے  
 کچھ گنتی شمار میں نہیں کہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات  
 میں فرماتے ہیں گفت انما یختص علی السلام تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ می باشد ہم خلافت و قریش یعنی  
 کی باید کہ وراثتشان باشد و جائز نیست شرعاً عقد خلافت مر غیر ایشان را و برین منعقد شد  
 اجماع در زمن صحابہ و با این محبت کردند ہما جہان بر انصار امام ہلال الدین کی کتاب تاریخ  
 الخلفاء سے گزرا لہذا وہ واحد من الخلفاء العجیدین لان امامتھم  
 غیر صحیحہ کلا لہم غیر قریش میں نے اس کتاب میں خلفائے مجہدیہ سے  
 کیا ذکر نہ کیا اس لیے کہ اونکی خلافت باطل ہے کہ وہ قرشی نہیں۔



# کشف الاحناف

۱۱

فتاویٰ سر اجیہ کتاب الاستحسان باب مسائل اعتقاد یہ میں ہر لیشترط انیکون  
 الخلیفۃ قرشیاً ولا یشترط انیکون ہاشمیاً خلیفہ میں شرط ہے کہ قرشی ہو اور ہاشمی  
 ہونا شرط نہیں۔ اشباہ والنظائر فن ثالث بیان فرق پیر ابو السعوی و انہری  
 علی الکفر میں یشترط فی الامام ان یکون قرشیاً خلیفہ میں شرط ہے کہ قرشی ہو عمر العیوب  
 میں ہر لیشترط نسب قریشی اقوالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الامۃ من قریش  
 قرشی ہونا شرط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خلفا قرشی ہوں در مختار  
 میں ہر لیشترط کونہ مسلماً حرّاً ذکراً عاقلاً بالغاً قادراً قرشیاً خلیفہ ہو نیکی لہ شرط ہے  
 کہ مسلمان آزاد مرد و عاقل بالغ قادر قرشی ہو **مخطاوی** علی الدین ہر اشتراط کونہ  
 قرشیاً بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الامۃ من قریش وقد سلحت الانصار  
 الخلفاء لقریش ہذا الحدیث خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم نے فرمایا خلفا قرشی ہوں اسی حدیث سے انصار نے قریش کو خلافت تسلیم کر دی  
 روا المختار میں اسکے مثل لکھا فرمایا وہاں یہ بطل قول الضہار یہ ان الامامۃ تصلیح فی  
 بعبقر قریش واللعبیۃ ان القرشی اولیٰ بها یعنی اسی حدیث و اتفاق صحابہ کرام سے ضرار یہ  
 کا قول باطل ہوا جسکے میں کہ خلافت غیر قریش میں لائق ہے اور کعبہ کا جو کہتے ہیں خلافت  
 کیلئے قرشی صرف اولیٰ ہے یعنی ان دونوں گمراہ فرقوں نے اہلسنت کا خلافت کیا اولیٰ  
 غیر قرشی کی خلافت کو اولے جانا دوم نے قرشی کی خلافت کو صرف اولیٰ سمجھا لازم بخانا  
 اہلسنت کے نزدیک خلیفہ کا قرشی ہونا لازم ہے وہ سر خلیفہ شمرعی ہو ہی نہیں سکتا تمہیہ  
 امام ابو شکر سالمی میں امام الامۃ سراج الامۃ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نص سے  
 اسکی تصریح ہے کہ قال ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لیس امام متداذ کان قرشیاً



براکان اور فاجرا خلافت صحیح و بشرطیکہ قرشی ہو نیک خواہ۔

## ازالہ ویم میں عبارات کتب عقائد و حدیث

**باجملہ** مسند قطعا یقینا اہلسنت کا اجماعی ہے و لہذا حدیث بخاری اسمعوا و اطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی سنو اور مانو اگرچہ تمہارے کوئی حبشی غلام عامل کیسا جائے گا وہی شرح میں علما قاطبہ ازالہ ویم کی طرف متوجہ ہو کر شرح مفصل میں ہے  
 ذلک فی غیر الامام من الاحکام یہ حدیث خلیفہ کے سوا اور حکام ماتحت کے بارے میں ہے  
 موافقت میں ہے ذلک فی مزامر الامام علی سمریہ وغیرہا یہ حدیث اس کے بارے میں ہے  
 جسے خلیفہ کسی لشکر وغیرہ پر سردار کرے شرح موافقت میں ہے واجب حملہ علی هذا دفعاً  
 المتعارض بلکہ وبالجماع او نقول هو مبالغہ علی سبیل الفرض و بدل علیہ اندلا یجوز  
 کون الامام عبد الجماع حدیث کو اس معنی پر حمل کرنا واجب ہے کہ اجماع کے مخالف نہ ہو  
 یا یوں کہیں کہ وہ پروردگار مبالغہ بطور فرض ارشاد ہوا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امام کا غلام ہونا بالاجماع  
 اصل ہے امام ابن الجوزی نے تحقیق پھر امام بدر محمودی نے عمدۃ القاری پھر حافظ عسقلانی نے  
 شرح بخاری کتاب الصلاۃ میں فرمایا ہذا فی الامراء والعمال لا الائمة والخلفاء فان  
 اختلف فی قریش لامل خل فیہا لغيرہم یہ حدیث سرداروں اور عاملوں کے بارے میں ہے  
 نہ خلفاء میں کہ خلافت تو قریش میں ہو دو سر و کمر اس میں ڈال ہی نہیں ہیں فتح الباری میں ہے  
 ہو بطاعة العبد المحبشی والامامة العظی انما تكون بالاستحقاق فی قریش فیکون  
 غیرہم متغلبا حبشی غلام کی اطاعت کا حکم فرمایا اور خلافت تو صرف قریش کا حق ہے تو غیر  
 قریشی متغلب ہو گا یعنی زبردستی امیر بن نہیں سکتے والا۔ عمدۃ القاری و فتح الباری کتاب الاحکام  
 میں اس حدیث کے نیچے ہے کہ ای جمل حاملان امر امرۃ مامۃ علیہ مثلاً و اولی فیہا  
 ولایۃ خاصۃ کالامامة فی الصلاۃ او جباۃ الخراج او مباشرۃ الحرب فقد کان



و الراشدین من تجمعه له الامور الثلاثة و لا یختص ببعضها مراد یہ ہے کہ وہ عامل کیا جائے کہ وہ  
 سلاسی شہر کا عام والی کر دی یا کسی خاص منصب کی ولایت سے جیسے نماز کی امامت یا خراج کی تحصیل یا کسی  
 شہر کی سرداری خلفاء راشدین کے لئے یہ تینوں باتیں بعض میں جمع ہو جاتی تھیں اور کسی میں بعض امام ابو یوسف نے خطابی  
 پھر امام عینی و امام عسقلانی و علی قاری نے فرمایا قد یضرب المثل بما لا یقع فی الوجود و هذا  
 من ذلک و اطلق العبد الحبشی مبالغۃ فی الامر بالطاعة وان کان لا یتصور شریعاً ان  
 یلی ذلک اھ بلفظ المرقاة قال المخطابی قد یضرب المثل بما لا یحادیث فی الوجود  
 یعنی کبھی ضرب المثل میں وہ بات کہی جاتی ہے جو واقع نہ ہوگی یہ حدیث اسی قبیل سے ہے حبشی  
 کا ذکر حکم اطاعت میں مبالغہ کیلئے فرمایا اگرچہ یہ شرعاً متصور نہیں۔ اشعة اللمعات میں ہے  
 ذکر عبد برای مبالغہ است بروترة قول ان حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر کہ بنا کند مسجد را اگرچہ  
 مثل اشیاہ بکنجشک و مریب ہرگز مثل اشیاہ بکنجشک نباشد لیکن مقصود مبالغہ است یا مراد  
 نائب خلیفہ است عمۃ القاری و کواکب الداری و مجمع البحار میں ہے ہذا فی الامر اعدو العمال  
 دون المخلفاء لان الحبشی لا یتولی المخلافة لان الائمة من قریش یہ حدیث ہر دارون  
 اور عاملون میں ہے حبشی خلیفہ نہ ہوگا کہ خلفاء تو قریش سے ہیں مہلب پھر ابن بطلل پھر ابن حجر  
 نے فتح میں کہا قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسمعوا و اطیعوا لا یوجب ان یکون  
 المستعمل للعبد الامام قرشی لما تقدم ان الامامة لا تكون الا فی قریش نبی صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ غلام کی اطاعت کرو اسکیو واجب کہتا ہے کہ غلام کو قریشی خلیفہ کے  
 عامل بنایا ہو کہ خلافت تو نہیں مگر قریش میں فتح الباری و ارشاد الساری و مرقاة قاری میں  
 والفظا لها (وان استعمل علیکم عبد حبشی) ای وان استعمله الامام الاعظم  
 علی القوم لان العبد الحبشی هو الامام الاعظم فان الائمة من قریش اگرچہ تمیز  
 غلام حبشی عامل کیا جائے یعنی اگرچہ خلیفہ کسی غلام کو عامل بنا کے نہ یہ کہ خود غلام حبشی خلیفہ ہو  
 کہ خلفاء تو قریش سے ہیں مجمع بحار الانوار میں ہے شرط الامام المحرریة والقرشیة







علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد میں فرماتے ہیں فان قيل فعلى ما ذكر من ان هذا الخلافة  
 ثلاثون سنة يكون الزمان بعد الخلفاء الراشدين خاليا عن الامام فتعطل الامامة  
 كليهما قلنا المراد بالخلافة الكاملة ولو سلم فلعل الخلافة تنقضي دون  
 الامامة بناء على ان الامامة اعم لكن هذا الاصطلاح لم نجد في القوم  
 واما بعد الخلفاء العباسية فالامر مشكل يعني اگر کہا جائے کہ جب خلافت ختم  
 اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تیس ہی برس رہی تو خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
 کے بعد زمانہ امام سے خالی رہا اور معاذ اللہ تمام امت گنہگار ٹھہری کہ نصب امام امت  
 پر واجب تھا تو ہم جواب دینگے کہ وہ جو تیس برس ختم ہو گئی خلافت راشدہ کاملہ تھی  
 نہ کہ مطلق خلافت اور اگر تسلیم بھی کر لیں تو شاید خلافت ختم ہو گئی امامت بعد کو رہی اور  
 واجب نصب امام ہی تھا تو امت گنہگار نہ ہوئی یہ اسپر مبنی ہو گا کہ امامت خلافت پر  
 عام ہو مگر ہم نے قوم سے یہ اصطلاح نیائی بہ حال جب سے خلفاء عباسیہ نہ رہی مشکل  
 ہے کہ اس وقت سے نہ کوئی امام ہو نہ کوئی خلیفہ تو اعتراض نہ اڑھاؤ گے۔ اقول اولاً  
 صحیح جواب لے کر اور اشکال جواب خود علامہ کے کلام سے آتا ہے اس وقت تک نظر اس پر نہ کی  
 غرض تھا کیا امامت بیشک امام ہی کا بیان ہم کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔ نیز علامہ موصوف  
 شرح مقاصد میں اسی اعتراض کو ذکر کر کے بہت صحیح و واضح جواب سے دفع فرماتے ہیں  
 کہ فان قيل لو وجب نصب الامام لزم اطباق الامامة في اكثر الاحصار على ترك الواجب  
 لاقتضاء الامام المتصف بما يجب من الصفات سيما بعد القضاء والدولة  
 العباسية قلنا انما يلزم الضلالة لو تركوه عن قدرة واختيار لا عجز واضطرار  
 اگر کہا جائے کہ نصب امام واجب ہوتا تو اکثر زمانوں تک ترک واجب پر امت کا اتفاق لازم  
 آتا ہے کہ امام کے لیے جو صفات لازم ہیں ایسا مدت سے نہیں خصوصاً جبکہ دولت عباسیہ  
 نہ رہی خلافت کا نام نشان تک نہ رہا اور ایسا ترک واجب گمراہی ہے اور گمراہی پر امت کا



اتفاق محال۔ تو ہم جواب دینگے کہ گمراہی تو جب ہوتی کہ اونکے بعد امت نصب امام پر قادر  
ہوئی اور قصد ترک کرتی مجبوری کی حالت میں کیا الزام ہو۔ یہی مضمون مولوی  
**علی الحیالی** میں ہر جہت عجز و اضطراب بیان کر کے کہا دیکھنا ایذا کا باعث ہے لا شکال بعد  
المخلفاء الراشدین والعباسیۃ البضایع یعنی خلفائے عباسیہ کے بعد تمام عالم سے خلافت ضرور  
منفق ہو گیا ہے امت پر الزام نہیں آتا کہ عذر مجبوری موجود ہے۔ شرح عقائد امام نسفی  
**تعلیقات المسائرہ للعلامۃ قاسم الخفقی تلمیذ الامام ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ** میں غروب  
خلیفہ بتائی کہ دین و دنیا کے ان کاموں کے انتظام کو اوسکا ہونا ضرور ہے پھر فرمایا  
ان قبل فلبسکتف بذی شوکہ لہ الریاستۃ العامۃ اما ما کان او غیر امام فان نقصاً  
الامر یحصل بذلك کما فی عهد الاتراك فلناله۔۔۔ بحصل البعض النظام فی امر  
الدنیا ولكن یحتمل امر الدین وهو المقصود الا هم یعنی اگر کوئی کہے کہ انتظام ہی کی طرف  
ہی تو ایک عام ریاست واسطے پر کیوں نہ قناعت ہو جائے وہ خلیفہ ہو یا نہ ہو کہ انتظام اس  
بھی حاصل ہو جائیگا جیسے سلطنت ترکی سے کہ خلافت نہیں اور انتظام کر رہی ہے پھر خلیفہ  
کی کیا ضرورت۔ تو ہم جواب دینگے ہاں ایسی سلطنتوں سے دنیاوی کاموں کا کچھ انتظام  
چل جائیگا مگر دینی کاموں میں خلل آئے گا وہ بے خلیفہ نہ بنیں گے اور دین ہی مقصود اعظم ہی  
ابن ابی شیبہ کی سلطنت یا اور بادشاہیان کافی نہیں خلیفہ کی ضرورت ہے۔ کیا اسے بھی منافی  
نفس کی حاجت ہے؟ سداً بالحق واللہ! تمبیہ اسی نوع سے ہے وہ حدیث کہ صد کلام میں  
امام خاتم الحفاظ نے نثری کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت جب  
بنی عباس کو پہنچی ظہور مہدی تک اور کونہ ملیگی۔ ظاہر ہوا کہ اس مسئلہ سے آج تک اور آج  
سے ظہور حضرت امام مہدی تک کوئی غیر عباسی خلیفہ نہ ہوا، نہ ہو گا جو دوسری خلیفہ مانے  
حدیث کی تکذیب کرتا ہے یہ حدیث اپنی طرق عدیدہ سے حسن ہے اور اسے طبرانی نے معجم  
کبیر میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا اور ویلی نے مسند الفردوس



بن اویس سے پسند و گرا اور دار قطنی نے افراد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہما سے مروی اور خطیب نے پسند خلفاء حضرت جبرائیل سے موقوف اور حاکم نے حضرت  
 عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث طبرانی کے لفظ یہ ہیں لکنہا فی ولد عمی صنوا  
 حتی یسلمو ہا الی ایچ ہاں خلافت میرے چچا میرے باپ کی جگہ عباس کی اولاد میں ہر  
 ہاں تک کہ او سے سپرد سچ کرینگے اور حدیث ابن مسعود میں ہر بدفعون الی رجل من اہل  
 بیتی یوطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم الی فیملو ہا قسطا وعدلا کما ملشتہا  
 و ظلما وہ خلافت کو میرے اہل بیت سے ایک مرد کے سپرد کرینگے جس کا نام میرا نام  
 ہوگا اور اسکے باپ کا نام میرے باپ کا نام وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا  
 جس طرح ظلم و ستم سے بھر گئی تھی یعنی حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ امام خاتم الحفظاء  
 نے اس حدیث سے استناد اور اس پر اعتقاد کیا کما تقدیر یہ ہیں تقریباً چچا میں حدیث  
 اور کتب عقائد و تفسیر و حدیث و فقہ کی بانو سے عباس بن سنی بالانصاف کو اس بقدر  
 کافی و کافی ہیں و الحمد للہ رب العالمین و صلے اللہ تعالیٰ علی سیدنا و  
 مولانا محمد والہ و صحبہ و ائمہ و خلیہ اجمعین +

## فصل دوم

### خطبہ صدر مولوی فرنگی علی بن اسطری کارگزاری کئی بزوار

(۱) مسلمانوں نے دیکھا خلافت کے لیے شرط قریشیت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم کی متواتر حدیثیں صحابہ کا اجماع تابعین کا اجماع امت کا اجماع جملہ اہلسنت کا  
 عقیدہ ائمہ و اکابر حنفیہ کی کتب عقائد میں تصریحیں کتب حدیث میں تصریحیں کتب فقہ  
 میں تصریحیں ایسے عظیم الشان بلیل البرہان اجماعی قطعی یقینی مسئلے کو فرنگی علی خطبے  
 سدارت میں صرف شافعیہ کی طرف نسبت کرنا اور حنفیہ میں فقط بعض کے کلام سے وہ



بھی تصریح نہیں فرمائی ہے سمجھے جائیگا اذکارنا کس قدر خلاف دیانت و اغواء و عوام ہے

(۲۲) تہذیب میں تو اوپر خود حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نص صریح مذکور

شاید امام اعظم کا نص بھی کسی مقلد حنفی کا فحواذ کلام ہوگا (۲۳) اور پھر نقول قاہرۃ اجماع گویا

اگر انار بعض متکلمین نے اجماع نقل کیا کیسی بلیس ہے (۲۴) یہ کہنا کہ ابتدا اسکی قاضی عیاض سے

معلوم ہوتی ہے مگر ثبوت اجماع مشکل ہے ثقات ائمہ کی تکذیب کا اشعار ہے امام اہل ثقتہ

عدل قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ سے پہلے ائمہ نے اوپر اجماع نقل کیا بعد کے علماء نے

نقل کیا سب مقبول و مقرر رکھا کہینے اولین خلاف اہلسنت کا پتہ دیا معاذا اللہ یہ

سب جھوٹے ہیں اور فرنگی محلی ہے (۲۵) جب نقول ائمہ مردود و نامعتبر ٹھہریں تو آپسی

ہزاروں اجماعوں کا ثبوت مشکل بلکہ ناممکن ہو جائیگا کہ آخر قرآن و حدیث نے فرمایا نہیں کہ بعد

عصر نبوت فلان فلان مسئلہ پر اجماع ہو گا ہم نے اہل اجماع کو دیکھا تک نہیں نہ وہ سب

ملکر اپنے اجماع کی دستاویزین جستری کر گئے اب نہ میں مگر نقول ائمہ وہ ان تازہ پیدہ

کو مقبول نہیں پھر ثبوت اجماع کی صورت ہی کیاری (۲۶) جب وہ نقل اجماع میں متعمد نقل

اقوال خاصہ میں کیوں معتد ہو گئے فقہ بھی گئی یہ وہابیہ وغیرہ مقلدین کی تعظیم و تکریم اور

جاسون میں انکی صدارت و تقدیم کی شامت ہے کہ وہی غیر مقلد کا مسئلہ آگیا

قیاس فاسد و اجماع بے اثر آمد (۲۷) امام اہل قاضی عیاض نے ابتدا و دعویٰ اجماع

کیا بلکہ فرمایا کہ ائمہ کرام نے اسکی مسائل اجماع میں گنا تو ان سے ابتدا بتانا تکذیب گستاخی

کی ابتدا دکھانا ہے (۲۸) صدر اسلام میں ڈیڑھ سو برس تک تصانیف نہ ہوئیں پھر اگلی

صدیوں کی ہزاروں کتابیں مفتوحہ ہو گئیں اب صد ہا مسائل اجماعیہ میں سب سے پہلے جس

اہم کے کلام میں نقل اجماع نظر آئے اوسیکے سر رکھ دیا جائے کہ ابتدا اول سے معلوم

ہوتی ہے کتنا آسان طریقہ و اجماع کا ہے (۲۹) ائمہ کرام اوپر صحابہ و تابعین و سلف صالح

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع سے اب تک تمام اہلسنت کا اجماع بتاتے اور اسی بنیاد پر کتب عقائد



میں اس سے مسئلہ قطعیہ فرماتے ہیں اس کے مقابل اگر کسی صحابی سے کوئی اثر ملے تو  
 اگر وہ اتفاقاً اجماع سے پہلے کی گفتگو ہو اس سے نقص اجماع جنوں خالص ہو نہیں  
 اگر تاریخ معلوم نہ ہو اور اگر بعد کی ہو اور سند صحیح نہیں تو ابھی مردود اور صحیح و قابل تاویل  
 تو واجب التاویل ورنہ شاید روایت اجماع کے مقابل قطعاً محمل نہ کہ اولاً اس سے  
 اجماع باطل (۱۰) قریش میں حدیث خلافت کی احادیث بیشک متواتر ہیں بہت متکلمین کی نظر  
 احادیث پر زیادہ وسیع تھی کہ من دوسرا ہی انھوں نے خبر آحاد سمجھا تو ساتھ ہی قبول  
 صحابہ سے قطعی یقینی بتا دیا مگر مسامرہ سے گزرا کہ حافظ الحدیث امام عسقلانی نے ایک حدیث  
 الاشمہ من قریش کو چالیس کے قریب صحابہ کرام سے مروی دکھا دیا اور اس میں مستقل سالہ  
 تصنیف فرمایا جس کا نام امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں لاق العیش فی طرق حدیث  
 الاشمہ من قریش بتایا یہ حدیث صحابہ کرام میں یقیناً متواتر کا ہے یہ ایک حدیث کا حال تھا  
 اسی مدعا پر اور احادیث علاوہ (۱۱) اس سے قطع نظر کیجئے تو اس قدر تواتر و جمل کی  
 قاصر نگاہوں سے بھی نظر آ رہا ہے کہ وہ بلاشبہ مشہور اور بالفاظ عدیدہ و طرق کثیرہ  
 بہت صحابہ کرام سے ماثور اور بہار صدر اول سے امت مرحومہ میں احتجاج و عمل  
 کے لیے مقبول و منظور۔ پھر اس کے خاص الفاظ کے آحاد سے ہونیکا ذکر جس کا  
 جواب علماء عقائد و شریعہ مقاصد و شرح مواقف وغیرہ میں دے چکے کیا  
 انصاف ہے (۱۲) ائمہ نے الائمہ من قریش سے استدلال فرمایا اور جمع محل باللام کے  
 افادہ استغراق سے اتمام تقریب فرما دیا اس سے اختلاف فی قریش سے بدلنا اور  
 القضاء فی الانصار سے نقص کرنا کیا مقتضایہ دیانت ہے (۱۳) حدیث صحیح  
 لا یزال هذا الامر فی قریش ما بقى من الناس اثنان سے استدلال ائمہ کا کیا روہ کیا  
 کسی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ لا یزال هذا القضاء فی الانصار وهذا الاذان  
 فی الحبشة ما بقى من الناس اثنان ہمیشہ عہدہ قضا انصار میں اور عہدہ اذان حبشیوں



میں رہی جب تک دنیا میں دو آدمی بھی رہیں (۱۴) جب ائمہ فرما چکے کہ صحابہ کرام نے  
 حدیث سے حسرت سمجھا اور اوسکی پر عمل فرمایا تو صحابہ کے مقابل اپنی چہ میگوئی ان نکالنا  
 کیا شان دین ہے (۱۵ و ۱۶) محققین اہلسنت عموماً اور امام ابو بکر باطلانی کی طرف  
 خصوصاً اس نسبت کی جرارت کہ قریشیت کی شرط سے بالکل عدول کرتے ہیں کس قدر  
 دروغ و بیزہد ہے اگر اکابر ائمہ و اعظم علماء اجماع صحابہ اجماع تابعین اجماع امت نقل فرما رہے  
 ہیں باطلان خلاف صرف خارجیوں معتزلیوں کا خلاف بتاتے ہیں مخالفین میں هزار  
 و کعبی و دیگر اہل حق کے قول نقل کرتے ہیں معاذ اللہ اگر تمام محققین اہلسنت درکنار صرف  
 امام سنت باطلانی کا خلاف ہوتا تو خارجیوں معتزلیوں کو مخالف بتایا جاتا دو گمراہوں کا  
 نام انکے نام نامی سے زیادہ پیارا اور قابل ذکر و ثمت والا تھا کہ انھیں چھوڑ کر ان دو کا  
 نام گنایا جاتا تا بشرح عقائد لسانی کے الفاظ تو آب زر سے لکھنے کے ہیں کہ لو بخالف فیہ  
 الا الخوارج و بعض المعتزلة اس میں کہنے خلاف کیا سوا خارجیوں اور بعض معتزلیوں  
 کے تمام نقول اجماع کا ہی مطلب ہے مگر اس میں محققین اہلسنت و امام باطلانی کی طرف اس  
 نسبت باطلہ کی روشن تفسیم ہے واللہ الحمد اجلہ اکابر ائمہ اہلسنت ائمہ کلام و اکابر  
 حدیث و اعظم فقہ سب کے ارشادات پس پشت ڈالنا اور ایک شاخ غریب ابن خلدون کو قول  
 بے سند پر (جسکے مذہب کی بھی کوئی ٹھیک نہیں نہ تاریخ نویسی کے سوا کسی علم دینی میں  
 اوسکا نام ذرا نو پر آتا ہے) سرمنڈا بیٹھنا کیا شرط دین ہستی ہے اجلہ ائمہ جہادہ ناف دین  
 کو نہ معلوم ہوا کہ خود امام سنت باطلانی و محققین اہلسنت اس مسئلہ میں مخالف ہیں برابر  
 اجماع نقل فرماتے رہے مسئلہ پر جزم و یقین فرمایا کیے اہل خلاف کو خارجی معتزلی عبتی  
 کہتے رہے مگر اٹھویں صدی کے اخیر میں اس مورخ کو حقیقت حال معلوم ہوئی کہ  
 اس میں تو محققین اہل سنت و امام سنت مخالف ہیں (۱۷) طرفہ یہ کہ ابن خلدون نے  
 اتنا کہا تھا اشتباہہ ذلک علی کثیر من المحققین بہت سے محققوں کو اس میں شبہہ لگا



فرنگی علی تحریر نے شبہ لگنا اور ادراہ اور کثیر کا لفظ لکھا اور اس میں بیان کیا کہ محققین مدد کرتے  
 ہیں یعنی ادراہ کا عدول اور اشتباہ نہیں بلکہ ادراہ و تحقیق ہر دو جو اس شرط پر قائم ہو کر  
 یعنی تمام اہلسنت وہ تحقیق سے عادی ہیں (۱۸) ان دونوں سے بڑھ کر چالائی یہ کہ فرنگی  
 علی تحریر نے محققین کے ساتھ لفظ اہلسنت بڑھا لیا یہ لفظ ابن خلدون کی عبارت میں  
 نہیں وہ خدا جانے کس کو محققین کہہ رہا ہے اگر ائمہ فرما چکے کہ اس میں مخالفت خارجی ہیں یا معتزلی  
 تو انہیں میں سے کسی فریق کو محققین کہا اور ظاہر اس میں کہ کو کہا کہ ذرا بارہ خلافت جو مضمون اہلسنت  
 لکھا گیا وہ خضر ابن عمر و معتزلی ہی کی مخالفت کا مفہوم نہیں نہیں بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ  
 فاضل علی اللہ تعالیٰ (۱۹) ابن خلدون کی حالت عجیب ہے اس کے کلام سے کہیں  
 اعتراض کی برائی ہے کہیں نہج پرانہ اسباب رستی کی جھلک پائی جالی ہے اور لیا کر کرام کا صاف  
 دشمن ہر ادراہ کو رافضیوں کا مقلد بتاتا ہے کہ شاہزادوں کے دونوں میں رافضیوں کے اقوال راجح  
 گئے اور اس کے مذاہب کو اپنا دس بنانے میں تو غل کیا یہاں تک کہ طریقت کا سلسلہ  
 علی تک پہنچا یا اور کہا اور انھوں نے حسن بصری کو خرقہ پہنا یا اور ان سے ان کے پیروں  
 تک پہنچا اس شخص علی اور انکی اور باتوں سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ رافضیوں میں داخل ہیں و انہما  
 رافضیوں کی طرح ایک امام مہدی کے انتظار میں ہیں جس کے آنے کی کچھ صحت نہیں اس میں  
 اقطاب و ابدال کا ایک تخت منکر ہے اس میں بھی اولیا کے مقدر و افض ہونیکا مشعر ہے کہ مطمح  
 رافضیوں نے ہر زمانے میں ایک امام باطن اور اس کے نیچے لقب مانے ہیں یوہین اول سے  
 سیکھ کر صوفیہ نے ہر دور سے میں ایک قطب اور اس کے ماتحت ابدال گڑھے ہیں حالانکہ  
 احادیث مرفوعہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ جس کے بیان میں امام جلال  
 سیوطی کا ایک رسالہ ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر اجداد اقطاب کرام  
 قدست اسرار ہم سب کے اقطاب و ابدال کی حقیقت متواتر ہے یوہین کو نسا صاحب سلسلہ ہی  
 جس کا سلسلہ امیر المؤمنین علی تک نہیں پہنچتا تو وہ ان تمام حضرات اکابر کرام کو معاف

اس کے دو کتبوں جابجے  
 اپنے اس علم بوسے  
 جسے ابھی صاحب کا  
 فتاویٰ جلد اول  
 معج اول سے اور  
 دراپنا جس کے  
 فتاویٰ نمبر ۱۰۰

علامہ محمد اقصی  
 حمادی مومنی  
 آدیت ان حضرات  
 میرزا حسن حسرت علی  
 رحوی غفرلہ



دین میں مختصر اور رافضیوں کا متبع بلکہ سلک و افض میں مسلک ٹھہرتا ہی فتوحات  
 اسلام کا نادر عربی و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جتنی جونا بتاتا ہی اور یہ کہ امیر المؤمنین  
 بنیادی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد پر بھیجے وقت انھیں وحشیت پر اور او بھار دیا  
 کیونکہ وحشی ہی قوم کا ملک وسیع ہوتا ہی۔ نیز کتنا ہی صحابہ وحشی ہو نیچے سبب لکھنا ٹھیک  
 نہ جانتے تھے اس لیے قرآن مجید کا غلط لکھا ہی اور اولیا کو جادو گردن کے حکم میں رکھنی  
 کے لیے کہ ساجو کسی کو اپنی کرامت سے قتل کر دے وہ صاحب کرامت قتل کیا جائیگا  
 جیسے ساحر کو اپنے سحر سے قتل کرے۔ اہل اکابر محبوبان خدا کو نام بنام حتی کہ شیخ الاسلام  
 ہر وی کو لکھتا ہی کہ یہ حلو لی تھے اور یہ کھراخون نے روافض اسحلیہ سے یکھا الخ غیر ذلک  
 صرھوا لہ الشنیعہ اور پھر تسبیح کے لیے یا خود اپنے حل سے نادانی کے باعث جا بجا  
 سنیت و اعتقاد اولیا کا اظہار بھی کرتا ہی جسے محققین شیخ الاسلام امام ہر وی کی طرف کفر  
 میں تقلید روافض نسبت کر وی وہ اگر محققین و امام باقلانی کی طرف بدعت میں تقلید خارج  
 نسبت کر دے کیا بعید ہی۔ ہاں عجب اولیٰ مدعیان سنیت سے کہ تمام اکابر ائمہ و علماء  
 اہلسنت کے ارشادات عالیہ پر پالی پھیرنے کے لیے ایک ایسے مورخ کا دامن تھامیں  
 کیا آیہ کریمہ بئس للظالمین بدلا کا یہاں وارو نہ ہو گی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم  
 غالباً اس نسبت مختصر سے بھی اسے صوفیہ کرام پر چوٹ کر لی منظور ہی وہ بھی شرط قریشیت  
 کو ابہامی مانتے ہیں خود اسی شخص نے اسی مقدمہ بتامیج فصل فاطمی میں اولیٰ اکابر کرام سے  
 افضل کیا قالوا لما کان امر بالخلافۃ لقریش حکم شریعاً بالاجماع الذی لا یوہنہ  
 انھا من لہ برادل علمہ الخ یعنی صوفیہ کرام نے فرمایا خلافت خاص قریش کے لیے  
 ہونا حکم شرعی ہے ایسے اجماع سے ثابت جو ناواقف ناشناس کے انکار سے مستثنیٰ  
 ہو سکتا ہذا محققین و امام صحت کا خلاف بتایا کہ اولیٰ تکذیب ہو (۲۰) نہیں نہیں بلکہ اسکا  
 راز اور ہے خود اسی سبب سے روشن کہ وہ آپ بتدع اور خوارج کا متبع اور اجماع



صحابہ کرام کا خارق اور ضراریہ و معجزہ کا موافق ہوا دیکھنے اور شرائط خلافت میں کس  
 اما النسب القرشی فلا جماع الصلابة علی ذلك قرشیت کی شرط اس لیے ہے کہ صحابہ  
 کلیم نے اس پر اجماع فرمایا پھر اس اجماع کی منشاء مستند حدیثیں ذکر کیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الا ائمة من قریش خلفا قریشی ہوں اور فرمایا لا یزال هذا  
 الامر في هذا المحل من قریش خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی اور کہا اس پر دلائل بکثرت ہیں پھر  
 آئستہ آہستہ روایات و اجماع کی طرف سرکا کہ لما ضعف امر قریش وتلاشت عصبیتهم  
 فاشتبه ذلك علی کثیر من المحققین حتی ذهبوا الی نفی اشتراط القرش<sup>یہ</sup>  
 جب قریش میں ضعف آیا اور ان کی حیثیت جاتی رہی تو بہت محققون کو یہاں شبہہ لگا  
 ہا تاکہ کہ نفی شرط قرشیت کی طرف گئے۔ یہاں دونوں پہلو دیکھے اشتباہ کہا جس سے  
 مفہوم ہو کہ اولیٰ کو غلطی پر جانتا ہے اور انہیں محققین کہا جس سے مترشح ہو کہ اولیٰ کے دُعم کو  
 تحقیق جانتا ہے پھر اولیٰ کے وہ شبہ ذکر کیے ایک اسی حدیث و بارہ کلام حبشی سے جس کے جواب  
 کلام ثانی سے گزرے اور اس پر زیادہ کلام انشاء اللہ تعالیٰ آگے آتا ہے اسے جواب خطابی اختیار  
 کیا کہ یہ مباغتہ بطور فرض ہے دوسرا شبہ اس روایت سے کہ امیر المؤمنین فاروقؓ کی مروی  
 لو کان سالو مولیٰ ابی حذیفۃ یا لولیتہ اگر ابو حذیفہ کے غلام آزاد شدہ سالم زندہ  
 ہوتے تو میں ضرور اولیٰ بناتا یا فرمایا لما دخلت فی فید الظنۃ او پر مجھے کوئی بد بظان  
 نہ ہوتی۔ اسکا کھلا ہوا روشن جواب تھا کہ امیر المؤمنین نے فرمایا ہے لولیتہ میں انہیں ابلی  
 کرتا نہ کہ استخلفتم میں انہیں خلیفہ کرتا مالی ایک صوبہ کا بھی ہوتا ہے ایک شہر کا بھی ہوتا ہے  
 جسے خلیفہ مقرر فرمائے تو اسے یہاں سے کیا علاقہ اس روشن جواب کو چھوڑ کر اولیٰ تو یہ جو آویا  
 کہ مذهب الصیابی لیسویجۃ یعنی یہاں تک کہ عمر کا قول ہے اور عمر کا قول کچھ حجت نہیں  
 شان فاروقی میں یہ کلمہ جیسا ہے اہل ادب پر ظاہر ہے حتمی نسبت خاص حکم حضور پر نور  
 سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر اولیٰ دو کی



بیرونی کر و جو میرے بعد ہونگے ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہاں تک تو ہی تھا۔ اگر دوسرے  
 جواب کے تہور دیکھے۔ کہتا ہوں والیضا مو فی القوم منهم و عصبیۃ الولاء حاصلہ  
 لساہ فی قریش و فی المفائدۃ فی اشتراط النسب صراحتہ النسب غیر محتاج الیہ  
 اذ الفائدۃ فی النسب انما ہی العصبیۃ و ہی حاصلہ من الولاء یعنی دوسرا جواب  
 یہ کہ کسی قوم کا آزاد شدہ غلام و بھین من سے ہے اور اس رشتہ والا کے باعث قریش سالم  
 کی حمیت کرتے اور یہی قومی حمیت شرط نسب کا فائدہ ہے صاف نسب کی حاجت نہیں کہ وہ تو  
 اسی نسبت کی غرض سے ہے اور حمیت اپنے آزاد کیے ہوئے غلام کی بھی کرتے ہیں  
 لہذا انصاف۔ دکھاتا تو یہ ہے کہ جو شرط قریشیت نہیں مانتا تو اس کے شبہ کا جواب دے سنا ہی  
 اور جواب دیا جسے شرط قریشیت کو اوکھڑ پھینکا کہ نسب کی کوئی حاجت نہیں قومی حمیت  
 سے کام ہے جس طرح بھی ہو۔ پھر بھی قریشیت کا کچھ ڈورا نگار کھا کہ قریشی نہ ہو تو اس کا آزاد  
 کر وہ غلام تو ہوا اگر یہ یہاں اس میں بھی کلام ہے سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ نے آزاد نہ فرمایا نہ وہ اس کے غلام تھے بلکہ ان کی بی بی ثبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے  
 بھین نے آزاد کیا اور وہ انصار یہ ہیں نہ کہ قریشیہ۔ ان براہ موالات دوستی مولیٰ ابی حذیفہ  
 کہلاتے ہیں۔ ابو حذیفہ نے ان کو تنہا کیا تھا اور اپنی بھتیجی فاطمہ سے ان کی شادی کر دی رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہم اجمعین۔ فتح الباری میں ہے: خان مولیٰ لامرأۃ من الانصار فلبناہ ابو حذیفۃ لما  
 تزوجہا فتنسب الیہ یعنی سالم ایک انصاریہ بی بی کے غلام آزاد شدہ تھے جب ابو حذیفہ نے  
 اوس بی بی سے نکاح کیا ان کو تنہا بنایا جب سے ابو حذیفہ کی طرف منسوب ہونے لگے رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہم اجمعین و لہذا ارشاد الساری میں مولیٰ ابی حذیفہ کی یوں شرح کی (مولیٰ) امرأۃ  
 (ابی حذیفہ) انما ابو حذیفہ کے مولیٰ یعنی اوس کے زوجہ کے مولیٰ۔ غرض یہاں تک بھی دونوں  
 کے لئے لکھ لکھی کا یہ غالب کر دیا کہ یہ حقیقت ہے اور یہاں قریشیت کا لگاؤ رہنا محاذ۔ اہلاندیش  
 کے لئے کھارڈ۔ مگر لی سمجھنے کے محاذ کا اجماع چھوڑ کر اون گراہو کی تقلید کی اس کے ملج



کو یہ مخالفت امام سنت کے سر رکھ دی اور کہا من القائلین بنفی اشتراط القرشیتہ القا<sup>ضی</sup>  
 البوکر بالباقلانی لما ادرك عصبية قریش من التلاشي فاسقط شرط القرشیتة وانحل  
 موافقا لرای المخوارج ولفی الجہر علی القیل باشتراطها ولو كان عاجزا عن القيام بامور  
 المسلمين وورد عليهم سقوط شرط الكفاية لانه اذا ذهب الشكلة بذهاب  
 العصبية فقد ذهب الكفاية واذا وقع الاخلال بشرط الكفاية نظر في ذلك ايضا  
 الى العلم والدين سقط اعتبار شرط هذا المنصب وهو خلاف اجماع علي بن امام  
 قاضي ابو بكر باقلانی نے قرشیت شرط نمائی کہ قریش کی حیثیت فنا ہو گئی و لہذا اسکی شرط انھوں  
 نے ساقط کر دی مگر چہ یہ خارجوں کے مذہب کے موافق ہے اور جمہور اب بھی شرط قرشیت  
 ملتے رہے اگرچہ خلیفہ مسلمانوں کا کام بنانے سے عاجز ہوا اور انہیں اعتراض ہے کہ لیاقت  
 کار کی شرط جاتی رہی کہ جب حیثیت جانے سے شوکت گئی کام کیا بنا سکیگا اور جب شرط کفا  
 پھولی ہی راہ شرط علم و شرط دین کی طرف چلیگی اور خلافت کی شرطیں ساقط الاعتبار ہو جائیں گی اور  
 یہ خلافت اجماع ہے۔ اس کلام کے پیچ دیکھئے کیا کیا کر دین ہلی میں اول تو امام سنت پر وہ  
 اہمیت رکھی کہ قریش کی بے حیثیتی دیکھ کر شرط قرشیت ساقط کر بیٹھے یہ اپنا بچاؤ اور جانب داری  
 کی تائید تھی کہ ایک بھی کو شرط قرشیت میں کلام نہیں السنہ کے اتنے بڑے امام اسے استعفا  
 دیکھتے ہیں پھر ساتھ ہی کہہ دیا کہ اس میں وہ خارجوں کے مذہب پر چلے یہ جانب اثبات کی رعایت  
 سے کہی پھر اسی پہلو کا لحاظ بڑھایا کہ جمہور کسی پر رہے پھر پہلے نفی کو کر دے لی کہ اوپر  
 بے اعتباری شرائط کا الزام قائم ہوتا ہے یہ جھوٹا الزام صلاحہ خود اس پر حق تھا کہ قرشیت شرط  
 تھی اور اسے ساقط کی تو یوں میں علم و دین و کفایت بھی ساقط ہو گئی کہ یہ راہ ہر شرط کی طرف  
 چلیگی اور جاہل مبیدین عاجز چار کو خلیفہ کر دینا جائز ہو جائیگا اور یہ خلاف اجماع ہے اسکی پیشین گوئی  
 کی کہ جمہور السنہ کے سربراہ اجرا بڑا کہ وہ صرف قرشیت چاہتے ہیں اگرچہ کام سے بالکل عاجز  
 ہو حالانکہ کتب عقائد فقہ و حدیث شاہد ہیں کہ قرشیت و قدرت دونوں شرط ہیں اور ان کے ساتھ



اسلام و حریت و ذکورت و عمل و بوجہ بھی نہ کہ صرف قریشی ہونا بس ہی۔ یہ چھیلیاں کھیل کر اخیر  
 میں دلی صداقت کھلادی اذ بحضرتا من حکمت اشتراط القریشی و مقصد الشارع منہ لم  
 یقتصر علی التبرک بصلۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہو مشہور و المصلحتہ لم  
 نجدھا الا اعتبار العصبیۃ و ذلک ان قریشیہ ان لیسوا العزیزۃ بالکثرة والعصبیۃ  
 والشرف فاشترط نسبہم لیکون اقوی فی انتظام المملۃ کما وقع فی ایام الفتوحات  
 واستمر فی الدلتین الی ان تراثت عصبیۃ العرب فاذا ثبت ان اشتراط القریشیۃ  
 انما هو للعصبیۃ والغلب والشارع لا یخصر الاحکام بحیل فطر دنا العبد وہی  
 العصبیۃ فاشترطنا فی الفاتحہ بامور المسلمین ان ینکون من قوم اول عصبیۃ قویۃ غالبہ  
 ثم ان الوجود شاہد بذلک فانه لا یقوم بامراتہ او جیل الا من غلب علیہم وقل  
 ان ینکون الا امر الشریعی بخالف الالہام الوجودی یعنی ہم جو نظر کریں کہ شرط قریشیت کی  
 حکمت اور اس سے شارع کا مقصد کیا ہے تو وہ ملائکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تبرک  
 پر موقوف نہیں جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہو رہا ہے کہ قرب نبوی کے سبب قریش کو یہ فضل ملا ہے  
 او سبب ان اور قومی حمیت کے اعتبار کے سوا کوئی مصلحت نہیں یہ اس لیے کہ قریش اپنی  
 کثرت اور آن اور شرافت کے سبب لب تھے لہذا اولیٰ کاسب شرط کیا گیا کہ دین کا انتظام  
 خوب ہو جیسا کہ زمانہ فتوحات میں ہوا اور اسکے بعد نبی امیہ و بنی عباس کی دونوں میں ہا  
 یہاں تک کہ عرب دے بے حمیت ہو گئے اور جبکہ ثابت ہو لیا کہ قریشیت کی شرط فقط  
 اولیٰ حمیت و غلبہ کے سبب تھی اور شریعت احکام کو کسی تہلیل کے ساتھ خاص نہیں کرتی تو انہی  
 علت حمیت کو عام کر دیا کہ خلیفہ میں ضرور ہے کہ کسی قومی و غالب حیثیت قومی میں کا ہو پھر  
 ملائحت بھی اسی پر گواہ ہیں کہ قبیلے یا گروہ کا سردار وہی ہوتا ہے جو اوپر غالب ہو اور کم  
 ہو گا کہ شریعت پھر کے خلاف حکم دے۔ ظاہر کر دیا کہ قریشیت شرط نہیں عصبیت شرط ہے  
 قریشیت اس لیے شرط تھی کہ ان میں قومی حمیت جاہلیت تھی جب قریش بلکہ تمام اہل عرب



بے حمیت ہو تو اب ان کی خلافت کسی بلکہ جسکی لائق اور کسی بھینس۔ بالکل ذمہ شرط قریشیت  
 کی نفی کی بلکہ نفی قریشیت بلکہ نفی عربیت شرط کر دی کہ اصل شرط خلافت قومی حمیت ٹھہرائی اور  
 صاف کہہ دیا کہ نہ صوف قریش بلکہ تمام عرب بے حمیت ہو گئے تو خلافت کیلئے شرط ہوا کہ  
 خطیفہ نہ قریشی ہو نہ عربی بلکہ یہ شرط ہو کہ کسی خوشخوار قوم کا ہو۔ تو یہ تو ہزار معجزی سے بھی  
 بہت اونچا اور اوسنے تو یہی کہا تھا کہ غیر قریشی اولیٰ ہر اسنے یہ بھائی کہ قریشی بلکہ کسی عربی کی  
 خلافت جائز ہی نہیں اور خود کہہ چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں  
 فرمایا کہ ہمیشہ خلافت قریش ہی کے لیے ہوگی جب تک دنیا میں دو آدمی بھی رہیں یہ ہر اسکا  
 ہر ایمان اور وہ ہے اسکا اجماع صحابہ کرام پر ایقان۔ اور سرے سے یہ اشد سادہ ظلم  
 قابل تماشا کہ وہ حمیت جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشدت منع فرمایا  
 جسے قریش بلکہ تمام عرب کے دوسرے دھو دیا اور سیکو اصل مقصود شارع اور خاص شرط خلافت  
 ٹھہراتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قاتل تحت رائیہ عصیۃ  
 یضرب بعصیۃ او یدعو لعصیۃ او ینصر عصیۃ فقتل فقتل جاہلیۃ و فخری خلیفہ امتی ہو  
 کسی نہ جسے جسے کے نیچے لڑے کہ عصیت (یعنی قومی حمیت شیوہ جاہلیت) کیلئے  
 غضب کرنے یا عصیت کی طرف بلائے یا عصیت کی مدد کرے اور مارا جائے تو ایسا ہی  
 جیسے کوئی جاہلیت و زمانہ کفر و غفلت میں قتل کیا جائے وہ میری امت سے نہیں رواہ مسلم  
 عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس منا من دعا الی  
 عصیۃ و لیس منا من قاتل علی عصیۃ و لیس منا من مات علی عصیۃ ہمارے گروہ کی نہیں  
 جو عصیت (قومی حمیت) کی طرف بلائے ہم میں سے نہیں جو عصیت پر لڑے ہم کی نہیں جو  
 عصیت پر مروت رواہ ابوداؤد عن جریر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو شارع صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم کے مفسر کو شارع کا مقصود بنانا کیسا شایع علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر انرا سے  
 بیباک و اجتراسے نا پاک ہو دیا یا ذبا اللہ تعالیٰ۔ عجب ایک مکی سنیت سے کہ صحابہ دائر







قاضی میا خیر محمد بن علی باطل ہو گئی کہ ذکر اجماع کی ابتدا کسی جوئی امام قاضی عیاض چشتی صدیقین اور امام  
 اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی چشتی صدیقین۔ وہ اجماع نقل فرما رہے ہیں مسئلہ نمبر (۲۴) اسکا بعد قریشی قریشی بن  
 حنفیہ کی کتب میں کسی فضول بات نہیں کسی شافعیہ کی کتب میں ہے کہ الائمہ سے ہرسم کا امام ملو کہ امام  
 شافعی کے امام فی المذہب ہوئی تاکید ہو کہ وہ قریشی تھے۔ یہ شافعیہ نے کہیں نہ کہا کہ ہرسم کا امام مراد  
 ہے نہ کوئی اور فی طالب علم کہہ سکتا ہے کہ مذکور کی اہمیت بھی قریشی ہی کا ہے علماء دوسرا امام نہیں  
 ہو سکتا وہ اس سے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے ایک فضیلت ثابت کر کے ہیں دوسرا  
 عالم غیر قریشی جب دین و علم میں امام شافعی کے برابر ہو تو اس پر وہ قریشیت انکو ترجیح ہے  
 دیکھو فتح الباری کہ الاستدلال بقدم الشافعی علی من سادہ فی العلم والدین مزین  
 قولہ لان الشافعی قرشی (۲۵) الفرض ایسا ہوتا تو اس فضول بات کا یہاں ذکر اور  
 سے بہ تر فضول جس سے مطالب ہو تو صرف اتنا کہ جاہل عوام سمجھیں کہ اصل مسئلہ خلافت  
 قریش ہی بعض شافعیہ کی فضولی ہے کتب حنفیہ اس سے پاک ہیں (۲۶) پھر کہا پھر بھی  
 محققین شافعیہ اسکو شرط اختیاری کہنے پر مجبور ہوئے یہ پھر بھی اسی قصہ تلبیس کی تائید  
 ہے کہ نفس خلافت قریش کو شافعیہ کی فضولی کہا کہ اسکو اختیار دی کہا ہے پھر اس میں شافعیہ  
 کی تخصیص ایک تلبیس اور نہیں بھی محققین کی قید دوسرا کہید اور لفظ اختیاری سے جمل کو دھوکا  
 دینا عظیم ہے اختیاری کے معنی یہ سمجھے جائینگے کہ اپنی خوشی پر ہے چاہے خلیفہ میں ترشیت کا  
 اعتبار کریں یا نہیں یہ شافعیہ خواہ ادا کے محققین جس پر کہو صریح انفرادی کاذب ہے اور خود عقل و  
 فہم سے بیگانہ و مجانب شرط وہ جسکے فوت سے مشروط فوت ہو اور اختیاری وہ جسپر  
 توقف نہ ہو۔ اصل بات جسکی صورت بگاڑ کر یوں دھوکا دینا چاہیے کہ ملک پر تسلط و طرح  
 ہوتا ہے ایک کہ اصل حل و عقد کسی جامع شرائط کو امام پسند کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت  
 کریں جیسے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تسلط بلاننا عزت ہو جانا اسکی شرط نہیں نہ منازع  
 سے قتال و جدال اس کے منافی جیسے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوم



یہ کہ جسکی امامت اسطرح ہو چکی ہو وہ دوسرے کیلئے وصیت کرنے جیسے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ  
 تعالیٰ عنہ کے لیے۔ خلافت شرعیہ انھیں دو وجہ پہ ہوتی ہے اول ہر ایک پسند و اختیار سے ہی  
 پہلی میں اختیار و انتخاب اہل حل و عقد ہے اور دوسری میں اختیار و ارتضا کے خلیفہ سائق۔ ان  
 دونوں میں قرشیت و غیرہ شرائط یقیناً ہیں نہ اہل حل و عقد کو جائز کہ کسی غیر قرشی کو خلیفہ کریں  
 نہ خلیفہ کو حلال کہ غیر قرشی کو ولیعہد کریں تو خلافت شرعیہ اختیاری ہے کہ اختیار و پسند سے  
 ناشی ہوتی ہے اور اوسمیں قرشیت و غیرہ شرائط ضروریہ لازم و ضروری ہیں نہ کہ اختیار  
 اگر ترک کیجائیں گے خلافت شرعیہ نہ ہوگی بلکہ قسم دوم تغلب کے حکم میں رہے گی وہ تسلط کی دوسری  
 صورت ہے کہ کوئی شخص اپنی شوکت و سطوت سے ملک و بادشاہ بچلے اگرچہ  
 لوگ اس کے قہر و غلبہ کے سبب اس کے ہاتھ پر بیعت بھی کریں یہ صورت اختیار و مجبوری  
 ہے اس میں سلطان شرائط کا لحاظ کیا کر سکتے ہیں کہ نہ اس کے اختیار سے ہے نہ اس سے معزول  
 کرنا اس کے قابو میں۔ یہاں اقامت مسجد و اعیاد و تزویج و تنکاح و ولایت مال و تولیت قضا  
 وغیرہ ملک امور مفوضہ خلیفہ میں نہ ہو سکتی ہوتی کہ سب کام نافذ ہو کر امرائے شرعی میں ملکی اطاعت ہوگی اگرچہ  
 قرشی ہو بلکہ اگر وہ بھی غیر قرشی غلام ہو کہ اشد قندہ جائز نہیں یہ نہ صرف شافعیہ بلکہ سب اہل مذاہب ماننے والے ہیں اور  
 اسے امتحان شرط قرشیت سے علاوہ نہیں جہاں وجوب اطاعت اور۔ اور اس کا خلیفہ شرعی  
 ہو جانا اور۔ اطاعت ہوگی اور خلافت ہرگز نہ ہوگی۔ بلکہ متغلب ہوگا۔ ان کے بعض عوام پارٹی  
 کے خود ساختہ امام نے یہی دعو کا دیا ہے عبادتیں وہ نقل کرتا ہے حنفیہ متغلب کی اطاعت  
 کا ذکر ہے اور اوسمیں اپنی طرف سے پھر لگاتا ہے کہ اس کو خلیفہ ماننا چاہیے یہ محض باطل ہے  
 اور نہ سچین بحث ہے نہ کہ اطاعت میں خود انھیں تختیں شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ متغلب  
 ہو گا نہ خلیفہ فتح الباری سے گزرا کہ قریش کے سوا جو کوئی ہو گا متغلب ہوگا۔ اوسمیں ہے  
 هذا كله انما هو فيما يكون بطريق الاختيار واما لو تغلب عليه بطريق الشوكه فان طاعته  
 بموجب اتحاد الفتنة فالعرب لهم بصيغته يعني سب اوس حالت میں ہے کہ کسی کو بطور



اختیار امامت نہجائے اور اگر کوئی ظالم اپنی شوکت سے زبردستی ملک دبا بیٹھے تو فتنہ بھجائیے  
 کے لیے اطاعت اوسکی بھی واجب ہوگی جب تک گناہ کا حکم نہ دے۔ دیکھو امامت کو اختیاری  
 کہا کہ اختیار و پسند سے ہونہ کہ شرط قریشیت کو اختیاری کہ چاہے رکھو یا نہ رکھو غیر قرشی کو مستحب  
 کہا شرع مقاصد میں ہر دبا بجلہ مبغی ملو کر فرمایا باب الامامة علی الاختیار والاعتدال واما  
 عند العجز والاضطرار واستیلاء الظلمة والاضطرار فقد صارت الریاست بالنیو  
 تغلبتہ وبنیت علیہا الاحکام الدینیة المنوطة بالامام ضرورتہ ولہم بعد العلم  
 والعدالة وسائر الشرائط والضرورات تبیح المحظورات والواللہ المستکبر  
 فی النہات یعنی وہ جو باب امامت میں مذکور ہوا اوسکی بنا اختیار و قدرت پر ہے اور جب  
 حالت مجبوری و ناچاری ہو ظالم شریر لوگ تسلط پائیں تو اوسوقت یہ دنیوی ریاست  
 تغلب پر رہ جائیگی اور وہ دینی احکام کہ خلیفہ سے متعلق ہیں مجبوری اس جہی ریاست پر  
 پر بنا کیے جائیں گے اور علم و عدالت وغیرہ شرائط نہ ہونیکا لحاظ نہ ہوگا۔ مجبور یا ناچار  
 کو رو کر لیتی ہیں اور ان محببتوں میں اللہ ہی سے فریاد ہے۔ آنکھ کھول کر دیکھو کہ وہ شخصین  
 کیا فرما رہے ہیں اور کیونکر اسے تغلب اور دنیوی ریاست بتا رہے ہیں مگر دھوکا دینے والے  
 فریبے باز نہیں آتے تنبیہ یہاں کام چاہو لے پڑا ہے جنھیں علم کا ادعا ہے۔ کوئی جاہل اس  
 مہارت شامی سے دھوکا نہ دے بصیر امام بالبابا و باستخلاف امام قبلہ و بالتغلب  
 والقہر آگے ساہرہ سے ہے لو تعدی وجود العلم والعدالة لیمر تصدی  
 للامامة وکان فی صرفہ عنہا اثارة فتنہ لا تطا فحسنا بالعقاد امامتہ کو لا تکان  
 مگر بیانی قصر او بیدم مصر کہ دیکھو جو زبردستی بادشاہ بنجائے اور اوسکے جدا کر نہیں  
 ناقابل برداشت فتنہ ہوا۔ اسے امام مانا۔ اوسکی امامت کو منعقد جانا۔ اور ہی خلافت شرعی  
 ہے۔ ماشایہ محض دھوکا ہے۔ صاف تو تصریح ہے کہ یہ تغلب ہے جو خلافت شرعی کی صریح ضد  
 نیز فی فصل اس مہارت کے بعد ہے واذ التغلب آطر علی التغلب وقعد مکانہ العزل



الاول و صدار الثانی اما اس متغلب پر دوسرا تغلب کر کے اسکی جگہ بیٹھ جائے تو پہلا معزول  
 اور اب یہ دوسرا متغلب امام ہو جائیگا یہی اسکے ایک سطر بعد ہو لکن الثالث فی الامام المتغلب  
 نیز با آنکہ غور سلطنت ترک میں تھے صاف لکھ دیا کہ قد یكون بالتغلب وهو الواقع فی سلاطین  
 الزمان نصرهم الرحمن و کھو با آنکہ سلاطین ترک کے ہاتھ پر بیعت کجائی تھی عدم بعض شرائط  
 مثل قرینیت وغیرہ کے باعث تصریح فرمادی کہ با وصف بیعت میں متغلبہا۔ رحمن عز وجل او نہیں  
 نصرت دے۔ میں کہتا ہوں آمین اللهم آمین۔ بلکہ یہاں افظ امامت کا اطلاق عرف فقہاء میں شیخ  
 ترک (دیکھو برائے امام ملک العلار ابو بکر مسعود کا شافی قدس سرہ بیان موادعت و سلخ)  
 لاجرم یہاں امامت محض یعنی سلطنت پر خود بھیجہ جائزہ عاقلہ ہو یا ظالمہ غاصبہ باطلہ کہ بعض  
 خلافت شرعیہ اگرچہ اپنے محل میں وہ بھی مراد ہوتی ہے جیسے حدیث الاممہ من قریش میں اسکی  
 نظیر فلا امیر ہو کہ ہرگز خلیفہ کے ساتھ خاص نہیں والی شہر و سردار حجاج کو بھی کہتے ہیں مگر  
 از امراء من قریش میں قطعاً خلفاء ہی مراد تھیں امامت متغلب صحت خلافت بالارطاق۔  
 حکم اتبارع بھی نہیں لاتی جانتیگ اشارت فقہ یا ضرر و تاؤ کی نہ ہو جسکا بیان مقدمہ میں گزرا  
 حیثہ اوپر جو مسلمان کہلا کر امر دینی میں مشرک کے پس رو بیٹھے اور اسے اپنا رہنما بنائے ہیں  
 و قلما امر و الا یفسدوا بہ و یرج الشیطان یضلہم ضللاً بعیداً وہ کیا خوف نہیں  
 کہتے کہ روز قیامت انھیں کے گروہ میں محشور ہوں جنکو قرآن عظیم نے فرمایا قاتلو ائمتہ  
 الکفر کفر کے اماہون سے لڑو اور فرمایا جعلہم ائمتہ یدعون الی النار ہم لے انھیں  
 ایسے امام کیا کہ روزخ کی طرف بلاتے ہیں قال اللہ تعالیٰ یومئذ یوکل اناس ہامہ  
 جس دن ہم ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں یعنی جسکو انھوں نے امر دین میں رہنما  
 بنایا اور اس کے پس رو ہوئے اگرچہ مشرک ہو کہ آگے تفصیل میں وہ دونوں ہی قسموں کا بیان فرمایا ہے  
 صراحتی کتبہ بیدینہ جنکا نامہ اعمال دہنے ماتہ میں دیا گیا اورین کان فی ہذہ صلی  
 و یہاں راہ حق سے اندھے تھے نسأل اللہ العفو والعافیتہ (۴۷) ہرگز فی ہذہ صلی



اور حنفیہ کی کتب سے تو استنبالی ہونا اور باب عقل پر پوشیدہ نہیں یہ حنفیہ اور انکی کتب پر سخت  
 شنیع اعتراض فطیح ہے اس قدر عبارات کہ یہاں گزر رہے انھیں میں عقائد مفتی البجن والانس نعم الملک  
 والدین عمر نسفی اتحات علامہ سید مرتضیٰ زبیدی مسایرہ محقق علی الاطلاق کمال الملک والدین  
 تعالیق علامہ قاسم بن قطلوبغا شرح مواقف علامہ سید شریف منہج الروض علی قاری طریقہ  
 محمدیہ امام برکوی حدیقہ ندوۃ سیدی عارف باسید عبد الغنی نابسی مرتقاۃ شرح مشکوۃ قاری  
 عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری امام حسنی شرح مشکوۃ سید جرجانی اشعۃ اللغات شیخ محقق  
 عبد الحق محدث دہلوی فتاویٰ سراجیہ علامہ سراج الدین اشباہ والنظار محقق زین بن جسیم  
 فتح المبین سید ازہری غرر العیون علامہ سید حموی در مختارہ فق علی حصکفی حاشیہ  
 علامہ سید احمد طحاوی رد المحتار علامہ سید ابن عابدین شامی تہذیب امام ابوالشاکر سالمی  
 مجمع البحار علامہ طاهر قسبی شرح فقہا کبر بحر العلوم وغیرہم حنفیہ کرام کی تفسیر عبارتوں سے  
 زائد مذکور ہوئیں اور خود حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص نص شریف  
 گزرا کیا اب بھی تحریر فرنگی محلی کے کذب و انحراف کو ہم پر کچھ پردہ رہا (۲۸) پھر کہا لفظ  
 یشغی عقائد نسفی کی دونوں احتمال رکھتی ہے عقائد شریفہ کی عبارت یہ اگر ان یکون الاما  
 ظاہر الا مختلفیا ولا منتظرا ویکون من قریش ولا یجوز من خیرہم قطع نظر اس سے کہ  
 اگر لفظ یشغی مطلقاً محتمل و بموجب نہ ہوتا مگر استنباب میں مفسر ہوتا جب بھی یہاں جمع تھا  
 سائر ائمہ کی تصریحات قاہرہ السنہ کا عقیدہ اجماعیہ ظاہرہ قرینہ قاطعہ ہوتا کہ یکون  
 پر معطوف نہیں بلکہ یشغی پر یہاں تو نفس عبارت میں الم صاف فرما رہے ہیں لا یجوز من غیرہم  
 غیر قریش سے خلیفہ ہونا جائز ہی نہیں پھر وہ ظن احتمال بتانا کس درجہ آفتاب کو جھٹلانا ہی  
 افسوس کہ اتنے فاسد سے لفظ یشغی دکھائی دیا اور بلا فصل ملا ہوا لا یجوز من غیرہم  
 نظر نہ کیا (۲۹) ایسا ہی ظلم ایک اور تحریر فرنگی محلی نے عبارت شرح مناقب پر کیا  
 کہ اس میں لکھا ہے ان للامۃ ان ینصبوا فاقدہا است کو اختیار ہے کہ جس میں یہ نسخہ نہ ہو



لو سے خلیفہ کر دے انا للہ وانا الیہ مرجعون ۵ انھوں نے ابتدا زمین مختلف فیہ شرطیں بیان  
کیں اصول و فروع میں مجتہد ہونا امور جنگ میں ذی راہی ہونا شجاع ہونا انکی نسبت فرمایا  
کہ جنہیں یہ شرطیں نہ ہوں امت او سے بھی خلیفہ کر سکتی ہے اس کے بعد شرط قرشیت لکھی اور او سے  
فرمایا یہ شرط یقینی قطعی ہے اور اہلسنت کا نہ سب سے اس میں مخالف خارجی معترضی ہیں۔ اول  
اختلافی شرائط پر جو او پر کہا تھا او سے یہاں الگالینا کسر جہ صریح تحریف کلام و اغوا سے  
عوام ہر اسکی نظیر ہی ہے کہ عالم فرمائے نماز کی شرطیں نجاست حقیقیہ سے جسم و ثوب و مکان کی  
طہارت ہے یہ شرطیں بعض وقت ساقط بھی ہو جاتی ہیں اور اسکی شرط قطعی یقینی نجاست  
حکمیہ سے طہارت ہے کہ وضو غسل تیمم سے حاصل ہوتی ہے اس پر کوئی فرنگی محلی صاحب تسویہ ہیں  
کہ بعض اوقات بے وضو اور بحال جنابت بھی نماز صحیح ہو جاتی ہے کہ عالم نے فرمایا ہے کہ یہ شرطیں  
بعض وقت ساقط بھی ہو جاتی ہیں عالم نے کن شرطوں کو فرمایا تھا اور انھوں نے کس میں لگا  
لیت و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

مسلمانو! دیکھا دین و سنت و مذہب و ملت پر کیا ظلم جوتے جاتے ہیں اور پھر پیران  
شریعت کو آنکھیں دکھاتے ہیں مگر یہ کہ مجبور ہیں باطل کی تائید باطل ہی سے ہوتی ہے  
ورنہ وما یبدی الباطل وما یعید ۵ محققین اہلسنت پر افترا امام سنت علیہ الرحمہ پر افترا شافعیہ  
پر افترا حنفیہ پر افترا واضحات سے عناد تحریف سے استمداد آئمہ کی تکذیب اہلسنت کی تخریب  
اجماع صحابہ سے برکنار اجماع امت سے برسر پیکار اور پھر یہ سب کس لیے محض بلا و جہ  
محض بیکار جسکا بیان او پر گزرا اور ابھی خود مخالف کے اقرار سے سینے کا دلا حول ولا  
قوۃ الا باللہ العلی العظیم (۳۰) یہ سب کچھ لکھ کر فاتحہ اسپر کیا کہ باوجود بحث طلبتے نیلے  
میں کبھی اس شرط قرشیت سے انکار نہیں کیا سچن اس دروغ گوئی بدو سے من۔ اور سپر  
اجماع ثابت نہیں۔ حدیث سے دلیل نہیں۔ محققین اہلسنت کو نامقبول امام سنت کو یکسر اس کے  
مدول محققین ثنائیہ کے نزدیک اختیاری۔ کتب خفیہ سے محض استنباطی۔ اور کیا انکار



شرطیت کے سر پر سینگ ہوتے ہیں (۳۱) الحمد للہ کہ آپ کو شرط قرشیت سے انکار  
 نہیں تو ضرور آپ کے نزدیک غیر قرشی خلیفہ نہیں ہو سکتا اور بجا ہے معلوم کہ ہماری ترک  
 بھائی قرشی نہیں تو آپ کے نزدیک سلطان ترکی ایدہ اللہ تعالیٰ خلیفۃ المسلیین نہیں خلافت  
 کیسی تو فنا کی گوہ میں لپٹی مگر سوال یہ ہے کہ آپ کے نزدیک تو شرط خلافت پر نہ اجماع نہ  
 نہ مذہب نہ مقبول اہلسنت پھر زبردستی اسے مانکر خلافت ترک فنا کر کے آپ  
 ترک کے خیر خواہ ہوئے باپ کے بہ خواہ۔ ان قومی لیڈروں کے حواس کہ صحرائے ہین  
 کہ اتنے بڑے منکر خلافت کو حامی خلافت سمجھ رہے ہیں اور خباب آپ کے بڑے لیڈر مسٹر  
 آزاد تو دہلی میں ۱۶ جنوری سنہ ۶ کو خلافت ڈپویشن کے جلسہ خیر مقدم میں صاف کہہ  
 چکے ہیں کہ اگرچہ نماز کا پابند ہو روزے رکھتا ہو لیکن اگر خلافت سے منکر ہو تو دائرہ اسلام  
 سے خارج ہے کہ یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس سے الگ ہو کر مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا دوسرے  
 جہاد کی خطبہ صدارت خلافت کا لفرس منعقدہ ستمبر سنہ ۶ میں ہوا اگر کوئی مسلمان مسئلہ  
 خلافت کی امداد سے گریز اور اس میں دھپسی لینے سے احتراز کرے تو مجھے اسے کافر کہنے  
 میں کسی قسم کا کوئی پس و پیش نہ ہو گا اب دیکھیے یہ آزاد وائی تغیر یہ بدایونی جنگی تقریر آپ کو  
 بھی اسلام سے آزاد و کفر کا پابند کرتی ہے یا آپ آزاد لا کے مستثنیات عامہ میں ہیں وہ قانون  
 صرف کالے لوگوں کے لیے ہے (۳۲) پھر کہا بلکہ ہم نے تو کسی موقع پر بھی خصوصیت  
 جزئیت رسول کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے۔ جو بایا اولویۃ اول مذہب و وافض سے بھی بڑھکر  
 ہے وہ بھی صرف اشمیت شرط کہتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت سے انکار  
 کرین آپ نے جزئیت شرط کر کے مولیٰ علی کی خلافت بھی کر دی اور بر تقدیر دوم اسے سبوت ہی  
 کیا علاقہ ہوا کیا قرشیت بھی صرف مرتباً ولایت میں ہے تو یہ کبھی معتزلی کا مذہب ہوا اور اسکا  
 رد ہوا بھی آپ کہتا تھا کہ میں نے کبھی اس شرط قرشیت سے انکار نہیں کیا یا قرشیت واجب ہے  
 تو اپنی پارٹی سے اپنا حکم پوچھیے وہ دیکھیے مسٹر آزاد ہادیونی کفر کا فتویٰ لگا چکے ہر حال

۱۔ اخبار دین  
 ۲۔ جہاد اولی  
 ۳۔ جہاد دین  
 ۴۔ جہاد دین  
 ۵۔ جہاد دین  
 ۶۔ جہاد دین  
 ۷۔ جہاد دین  
 ۸۔ جہاد دین  
 ۹۔ جہاد دین  
 ۱۰۔ جہاد دین  
 ۱۱۔ جہاد دین  
 ۱۲۔ جہاد دین  
 ۱۳۔ جہاد دین



اس بلکہ نے کیا فائدہ دیا (۳۳) پھر کہا یہاں خلافت فی القریش میں بحث نہیں یہاں خلیفہ مسلم  
 پر بغاوت کا مسئلہ ہے بے قرینیت خلیفہ کہا اور خلافت فی القریش کی بحث نہ آئی کچھ بھی جھکر  
 فرمائی (۳۴) بغاوت خلافت اگر خالی اصطلاح میں تو اوسے کام نہیں اور اگر معانی شرعیہ  
 مراد میں تو کیا آپ اس ارشاد ائمہ کا مطلب بتا سکتے جو اوکھون نے صد ہا سال سے سلاطین  
 کی نسبت لکھا وہ جو فصول عاوی دور قی شرح ملحق تہذیب فلاسی و جامع الفصولین بطحاوی  
 علی الدر المختار وغیرہ میں ہے ہذا محاکم فرما تھم دامانہ ما نذا فلحکم للعدلیہ لان العکل  
 یطلبون الدین فلا یدری العادل من الباغی یعنی یہ امتیاز کہ فلان عادل ہے اور دوسرا باغی  
 زمانہ سائق میں تھا ہمارے وقت میں غلبہ کا حکم ہے اس لیے کہ سب دنیا طلب ہیں تو عادل و باغی  
 کا امتیاز نہیں (۳۵) آغاز میں کہا اہلسنت مسلم متغلب یعنی قاعدہ الشریعہ کی اطاعت کو فرض  
 اور امامت کو درست مانتے ہیں امامت سے اگر خلافت مراد جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو قطعاً مردود  
 جس کا روشن بیان گزرا اور اگر سلطنت مقصود و تو حق ہے مگر گزارش یہ ہے کہ جب مسئلہ یوں تھا  
 اور بیشک تھا کہ متغلب کی بھی سلطنت صحیح اور اطاعت واجب تو کیا ضرورت تھی کہ خرابی غلطی  
 مسئلہ خلافت چھیڑا جائے اجماع صحابہ و ائمتہ اوکھڑا جائے مذہب اہلسنت و جماعت اوکھڑا  
 جائے۔ سلطان اسلام بلکہ اعظم سلاطین موجودہ اسلام کی امانت بقدر قدرت کیا واجب تھی  
 ظاہر اس شوق مسلمین و رد اجماع صحابہ و ائمتہ دین و مخالفت مذہب اہلسنت و جماعت  
 و موافقت خوارج وغیرہم اہل ضلالت میں نہیں فائدہ سے سوچے اولاً درپردہ حمایت ترکوں  
 سے مخالفت جس پر باعث و تابید و دیوبندیہ سے یازانہ و موافقت۔ وہابی و دیوبندی  
 ترکوں کو ابوہل کے برابر مشرک مانتے ہیں جیسا کہ تمام اہلسنت کو یونہی مانتے ہیں لہذا  
 دل میں اونکے پکے دشمن ہیں اور دوست کا دشمن اپنا دشمن اس لیے اونکی حمایت اور اہل ہان  
 سے اونکے جہنم میں مخالفت پیدا ہو گئی انہیں اپنے محسوس دین اہلسنت سے بھاری لگاؤ  
 معلوم تھا کہ تو کچھ نہیں سکتے نہ خود نہ وہ۔ خالی چیخ پکار کا کام حمایت رکھنا ہے۔ اہل حق



دین اول تو غوغا سے بے شمار کو خود ہی جھٹ جا کر صرف توجہ الی اللہ پر قابو رہیں گے اور اگر  
 شاید شرکت چاہیں تو انھیں مذہب اہلسنت ہر شے سے زیادہ عزیز ہو کر مذہب ہی ان کے  
 نزدیک چیز ہو کر ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہلسنت ہو وہ شرکیہ ہوتے  
 ہوں تو نہ ہوں۔ اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھیے انھیں مسلمانوں سے ہمدردی نہیں یہ تو مسلمان  
 نصاریٰ سے ملے ہوئے ہیں تاکہ عوام ان سے بھڑکیں اور دیوبندیت و وہابیت کو پیچھے چھین۔  
 مثالاً ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہو اصل مقصد بغلامی ہندو سوراہ کی چھٹی  
 بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کر دی ہے بھاری بھر کم خلافت کا نام لے عوام بھڑکیں  
 چندہ غیب اور گنگا و جہنا کی مقدس زمینیں آزاد کرانے کا کام چلے ہے اس پر ریشم کان  
 بزم زم زمی بکین رہ کہ تو مہروی بگنگ و جہن مست با نسال اللہ العفو والعاقبتہ۔ ترکی سلطنت  
 اسلام پر رشتہ ہوں وہ خود اہلسنت تھے اور میں مخالفت مذہب انھیں کیونکر گورا ہوتی  
 انھوں نے خود خلافت شریعہ کا دعویٰ فرمایا اپنے آپ کو سلطان ہی کہا سلطان ہی کہلایا اس  
 بحال مذہب کی برکت لے انھیں وہ جیسا خطاب دلا یا کہ امیر المؤمنین و خلیفۃ المسلمین سے  
 دلکشی میں کم نہ آیا یعنی خادم الحرمین الشریفین۔ کہا ان القاب سے کام نہ چلتا جنتک مذہب و  
 اجماع اہلسنت پاؤں کی نیچے نہ پڑتا لہذا باللہ سالایرضاء والصلوٰۃ والسلام علی  
 مصطفیٰ والہ وصحبہ الابرار المہدۃ

## فصل سوم

### رسالہ خلافت میں شراب الکلام آزاد کی تلبیت و ہدیانا کی متنگزاری

یہ ۳۵۰ دقاہر خطبہ صدارت فرنگی محل کی ۵۵۵ سطر پر تحریر ہے۔ یہ خطبہ تھا اب بعون تعالیٰ  
 چار حرف ان کے بڑے آزاد لیڈر صاحب کی تحریر پر بھی گواہی ہوں و بالشہدۃ فیق۔







فرمایا ہو۔ اہل نکاح میں شرعاً اعتبار کفارت سے تو عالم بننے والے حال بھی ناواقف نہ ہونگے جس سے تمام کتب فقہ کو بخوبی مرہون اور اوس میں خود احادیث وارد۔ آیات و احادیث اس سے منع فرماتی ہیں کہ کوئی علم و تقویٰ و فضائل دینیہ کو بھولے اور غالی شرع نسب پر تنہا خراب ہوئے (۳۷) مسطر نے احادیث الاثنتہ من قریش و لا یزال هذا الامر فی قریش سے تو یوں جان بچائی کہ یہ کوئی حکم نبوی نہیں کہ احکام میں فضیلت نسب کا اعتبار ٹھہرے بلکہ زری پیشگوئی میں جس کا رد بعون تعالیٰ ابھی آتا ہو مگر اس حدیث جلیلہ کا کیا علاج کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قدمو اقریشا ولا تقدمہا قریش کو مقدم نہ کھو اور اول پر تقدم نہ کرو۔ یہ حدیث چھ صحابہ کرام کی روایت سے ہے بزار نے امیر المؤمنین مولیٰ علی اور ابن عدی نے ابو ہریرہ اور ابو نعیم و طبری نے انس بن مالک اور بیہقی نے جریر بن مطعم اور طبرانی نے عبد اللہ بن حنطب نیز عبد اللہ بن سائب ..... سے روایت کی

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نیز مرسل ابو بکر بن سلیم بن ابی حمزہ و مرسل ابن شہاب زہری سے آئی یہ تو صریح امر و نہی ہے تو مسطر خبر نہیں بنا سکتے اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح حکم فرما رہی ہیں کہ قریش ہی کو مقدم کرنا قریش سے آگے قدم نہ دھڑا اب تو مسٹر ضرور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر طعن کریں گے کہ اسلام کا داعی تمام دنیا کو تو قومی و ملی امتیازات کی غلامی سے نجات دلانا چاہتا مساوات عام کی طرف باتا لیکن (نعوذ باللہ) خود اتنا خود غرض ہو کہ (تقدیم و ترجیح) صرف اپنے ہی ملک بلکہ ہمیں اپنے ہی وطن۔ وطن نہیں خاص اپنے قبیلے۔ قبیلہ نہیں صرف اپنے ہی خاندان کیلئے مخصوص کر دے۔ ساری دنیا سے کے تمھارے سارے ہمارے ہو کر حق چھوٹے میں سچا حق صرف عمل و اہمیت کا ہے لیکن خود اپنے لیے یہ کر جائے کہ مکمل نہ اہمیت صرف قوم صرف نسل صرف خاندان اپنی طعن بھری عبارت سے صرف لفظ خلافت کو لفظ تقدیم



و ترجیح سے بدل لیجئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنے وطن کی یہ  
 شدید بوجھار ملاحظہ کیجئے بلکہ اس تبدیلی کی بھی حاجت نہیں خلافت خود اعلیٰ تقدیرات  
 سے ہے (۳۸) تخصیص قریش کو تخصیص ملک پھر اس سے بھی تنگ تر تخصیص وطن  
 پھر اتنا کسی جہالت پر نہ قریش کسی ملک و وطن کا نام نہ اونکے لیے لزوماً کوئی خاص مقام  
 رع شاخ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست + (۳۹) قریش کو قبیلہ سے بھی تنگ تر صرف خاندان  
 پھر نادوسری جہالت پر کیا رافضیوں نے مذہب کی طرف گئے کہ خلافت بنی ہاشم سے خاص ہے  
 (۴۰) نہ عمل نہ اہلیت صرف خاندان کا اہتمام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ  
 و اہلسنت پر اقرار ہے کہ کیا ہے کہ خلافت کیلئے صرف قریشی ہونا اور کارہا اگر چہ نااہل  
 محض ہو۔ قرشیت کیساتھ اہلیت کی شرط بھی بالاجماع ہے یہ گمان بد کہ کسی وقت تمام جہاں  
 میں سب سادات عظام سب قریش کرام نالائق نااہل ہو جائیں دوسرے اہلیس ہوں یا  
 کبھی نہ ہو گا کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سارے جگر پار ناقابل نالائق رہ جائیں  
 صرف ابراہیم اہلیت کا پھندا لٹکائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرما چکے  
 کہ دنیا میں جب تک وہ آدمی بھی رہے گا خلافت کا استحقاق صرف قریشی کو ہو گا تو قطعاً قیامت تک  
 کوئی نہ کوئی قریشی اسکا اہل ضرور رہے گا لہذا بعض فقہائے شافعیہ وغیرہم نے جب یہ صورت  
 باطلہ فرض کی محققین نے تصریح فرمادی کہ یہ صرف فرضی ہر واقعہ کبھی نہ ہو گی۔ شرح بخاری الحافظ  
 میں ہے قلوا انما فرض الفقهاء ذلك على عادتهم في ذلك ما يمكن ان يقع عقلاً وان كان لا  
 يقع عادة او شرعاً یعنی ملانے فرمایا اور فقہانے یہ صورت اپنی اوس عادت پر فرض کی  
 کہ ایسی بات بھی ذکر کرتے ہیں جو صرف اسکان عقلی رکھتی ہو عادت یا شرع کبھی واقعہ نہ ہو۔  
 خصوصاً حدیث کو پیشگوئی مان کر تو اسکے خلاف کا اوجہ مل صریح بلکہ ضلال کیجئے ہے۔

ان قال الحافظ قلت والذي حمل قائل هذا القول عليه انه فهم منه ادای من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم  
 لا يزال هذا الامر في قریش الخبر المخصص بخبر الصادق لا يتخلف لهما من حمله في الزمان فلا يحتاج الى هذا  
 التاويل اهو وكتبت عليه اقول بل يجب ان يحمله خاندان لومعه شرعاً و عادته ان تكون (عاشية برصية)



(۴۱) مشرے کا غیر بات کسی ہی محیب ہوتی لیکن ہم ماور کر لیتے اگر قرآن و سنت نے واقعی ٹھہرائی ہوئی ہمارے نزدیک کسی اسلامی اعتقاد کی صحت کا سیار صرف یہ ہر حکم کتاب و سنت سے بطریق صحیح ثابت ہونے کہ عقل و نگاہ اور اک استصحاب کی بنیاد ہمارا قیاسی استبعاد نہیں ہی ہو کہ کسی نص سے ایسا ثابت نہیں البتہ بیان تو کچھ اسلامی جائز میں ہیں گویا آزادی سے بالکل جدا ہیں ہم نصوں متواترہ و اجماع صحابہ و اجماع امت سے ثابت کر چکے کہ خلافت قریش ہی سے خاص ہے اب تو وہ اپنا استبعاد کہ بھلا اسلام کہیں خصوصیت نسل مان سکتا جسکو خود کہہ رہے ہو کہ تمہارا نر عقلی قیاسی ڈھنگو سلام ہی واپس لیجئے اور اجماع امت و ارشادات حضرت رسالت علیہ افضل الصلوة و التحیة پر ایمان لائیے۔

## بحث دوم۔ روایات نبوی میں مشرک کی تسکین

(۴۲) بزور زبان بڑا زہد اسپر دیا ہر منہ کہ خلافت قریش کی نسبت جھگڑا روایات میں سب پیشگوئی و خبر میں کہ قریشی خلیفہ ہونگے و کہ حکم کہ قریشی ہی خلیفہ ہوں شرح عقائد نسفی و قواعد العقائد امام محمد الاسلام و اتحاف سید زبیدی و سامرہ شرح مسابیرہ و تعلیقات علامہ قائم و طوابع الانوار علامہ بیضاوی و مواقف علامہ قاضی عسکری و شرح مواقف علامہ سید شریعت و مقاصد و شرح مقاصد و شرح صحیح مسلم للامام النووی و ارشاد الساری و مرقاة قادری و شرح صحیح مسلم للقرطبی و ابن المنیر و عمدة القاری امام عینی و فتح الباری امام عسقلانی و شرح مشکوٰۃ علامہ طیبی و شرح مشکوٰۃ علامہ سید شریعت امام اہل ابو بکر باقلانی و اشعۃ اللمعات شیخ محقق و غیر العیون سید حموی و حاشیۃ الدرر السید الطحطاوی و التلخیص ابن عابدین و کواکب

بقیہ حقیقۃ القریش فی شئی من الانتم منہ ساقطین من اہلیۃ المخلوۃ کما زعمہ بعض سبطانی ما نذاقہ  
مرسل اللہ تعالیٰ و سلہ الان لا یجعل المخلوۃ ابدالاً فی قریش قیدیون ذلک فی خلک الزمان مرا  
باعتقائہم انہم اہل وہو محال فہذا امری انما ویل فیہ اسی منہ ان الظاہ انما ہوا مستباط امر لہم  
منطوق فی الحدیث فانہم انہم



کرمانی و جمع البحار و شرح فقہ اکبر بحر العلوم وغیرہ کی عبارات کشیدہ کہ ابھی گزیریں اس جملہ کے رو کو  
 بس میں سطر آزاد اگرچہ اپنی نشے میں تمام ائمہ مجتہدین کرام سے اپنے آپ کو اسلے جانتے ہیں  
 ان کے ارشادات کو غلطی اور اپنے توہمات کو وحی سے کتب قطعی ماننے ہیں اور سلطان کا ہم  
 محض دکھاوا ہر تمام امت سے اپنی امامت مطلقہ منوانیکا دعویٰ ہر دیکھو رسالہ خلافت کا  
 اخیر مضمون اتبعون اہد کہ سبیل الہی شاد میرے پیرو ہو چاہے میں نہیں ماہ حق کی ہدایت  
 کرونگا جسکا بیان بعونہ تعالیٰ بحث اخیر میں آتا ہے مگر ائمہ شمسلاون میں اب بھی لاکھوں ہر  
 کہ ارشادات ائمہ کے مقابل ایسے نشے کی بالاخانہ میں اسگون شطیبات کی ایک ترنگون کو  
 ہادشر سے زیادہ نہیں جانتے (۴۳ تا ۵۰) اشد ظلم حدیث مجید (ایزال هذا الامر فی  
 قریش پر ہر اس میں لفظ وہ لیے جو صحیح بخاری میں واقع ہوئے مابقی منہم اثنان اور کہہ یا  
 ۴۳ اس سے ہمار بیان کی مزید تصدیق ہو گئی حدیث کا منطوق صریح پیشین گوئی کا ہے اگر  
 اسکا یہ مطلب قرار دیا جائے کہ جب تک دو انسان بھی قریش میں ہیں خلافت انھیں کے قبضہ  
 میں رہے گی تو یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ ہزاروں قرشی موجود رہے اور خلافت قریش سے  
 نکل گئی پس ضرور ہے کہ مابقی منہم اثنان کے منطوق پر مفہوم کو ترجیح دیجائے اور وہ یہی ہے  
 کہ اگر قریش میں دو بھی خلافت کے اہل ہو گئے تو کبھی خلافت سے یہ خاندان محروم نہ ہوگا مگر  
 جب دو بھی اہل نہ ہیں تو مشیت الہی قانون انتخاب اصلح کے مطابق دوسرے کو اس کام پر مامور  
 فرمادے گی اور قریش خلافت سے محروم ہو جائیگے چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا جب دو  
 قریش بھی دنیا میں حکمرانی کے اہل نہ رہے خلافت نے معا صفیہ اولٹ دیا اور ایک مسلم غیر عربی وغیرہ  
 قرشی خلافت کا دور شروع ہو گیا۔ اور کمال جسارت و بیباکی یہ کہ نام صحیح مسلم کا بھی لیا اور کہا  
 صلا عمہ طریق وہ ہیں جو بخاری نے اختیار کیے ہیں لیکن کسی طریق سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی  
 نہیں جس سے ثابت ہو کہ مقصود پیشین گوئی نہ تھا تشریع و امر تھا الحق شوخ چشمی ہو تو اتنی تو  
 ہو اولاً مسلم نے یہ حدیث خود انھیں استاذ بخاری احمد بن عبد اللہ بن حنبل سے جس نے بخاری نے



نے سنی یون رعایت کی لایزال ہذا الامر فی قریش مابقی من الناس اثنان ہمیشہ خلافت قریش  
 ہی میں ہوگی جب تک دنیا میں دو آدمی بھی باقی رہیں اسبطرح امیلی نے مستخرج میں روایت  
 کی مابقی فی الناس اثنان جب تک آدمیوں میں دو بھی رہیں۔ یہ روایتین روایت بخاری کی  
 مفسرین کہ منہم سے مراد من الناس ہے لاجرم مرقاة علی قاری میں اسکی ہی تفسیر کر دی  
 منہم ای من الناس (اثنان) جب تک اونہیں سے یعنی آدمیوں میں سے دو بھی رہیں و لہذا  
 امام اجل ابو زکریا نووی نے اولاً مسلم کی روایتین ذکر کیں پھر فرمایا و فی روایت البخاری  
 مابقی منہم اثنان ہذا الاحادیث و اشباہا دلیل ظاہر ان الخلافة مختصة  
 بقریش لا یجوز عقدہا لاحد من غیرہم بخاری کی روایت میں ہے جب تک اون میں سے  
 دو آدمی باقی رہیں یہ اور انکی مثل حدیثین صریح دلیل ہیں کہ خلافت خاص قریش کیلئے ہے  
 کوئی غیر قریشی خلیفہ نہیں کیا جاسکتا حدیث کا یہی مفاد امام قسطلانی نے خود شرح روایت  
 بخاری میں لکھا امام عینی امام ابن حجر نے شروح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں امام قرطبی  
 کا قول نقل کیا اور مقرر رکھا کہ اولا یستغفد امامت الکبریٰ الا لقریشی و ہما وجد احد منہم  
 یعنی مراد حدیث یہ ہے کہ جب تک ایک قریشی بھی دنیا میں رہے دوسرے کے لیے امامت کبر  
 ہو ہی نہیں سکتی دیکھو اس روایت بخاری سے بھی ائمہ نے وہی مطلب سمجھا کہ روایت مسلم  
 میں تھا ثانیاً اگر تفسیر نما نو تعارض جانو تو متحد کی روایت کیونکہ راجح ہو اور نہ سہی معارض  
 تو ہوگی تو تمھاری سند کہ منہم ہے ثابت زرنگی ثالثاً کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چیز  
 اور حدیث و فقہ کا سمجھنا احد وہ من کا ترجمہ سہرا و الی کا ترجمہ تک کر لینے کی نہیں آتا اگر خیر قریش  
 کی طرح ہوتی تو اثنان کی جگہ احد فرمایا جاتا یعنی جب تک ایک قریشی بھی رہے جس طرح ابھی امام  
 قرطبی و امام عینی و امام قسطلانی کے لفظ سن چکے اسکی تاویل آپ حسب مادت کہ قرآن مجید  
 میں رہی طرف سے اٹھانے کر لیتے ہیں حدیث میں یہ پھر برصھائے کہ یعنی جب تک کہ  
 ایک قریش خلافت کا اہل ہو دو کی طبیعت پر موقوف فرمایا کہ یعنی کیا خلیفہ ایک وقت میں بھی ہو سکتا ہے



ہرگز نہیں۔ ان آدمیوں کی نظر منیر ہو تو ضرور وہ کسی صورت میں حکومت کو کم سو کم دو در کا  
 ایک حاکم ایک محکوم اب تو اپنے جاناکہ منہم کی غمیر قریش کی طرف پھیرنا یہی سخت جہالت تھا راہا  
 جانے دو آخر اس قدر کے تو منکر بن ہو سکتے کہ صحیح مسلم میں لفظ حدیث مالتقون الناس اثنان  
 اب کہاں گئی وہ آپ کی بالائوالی کہ کسی طریق سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی نہیں اب دیکھیں اسے  
 کیسے پیشگوئی بناتے ہو حدیث کا ارشاد تو یہ ہے کہ جب تک دنیا میں دو آدمی بھی ہوں خلافت  
 قریش کیلئے ہے اسے غمیر یعنی مزوم سٹریٹ میٹھا ہو اللہ و رسول کو جھٹلایگا اور اگر اپنی  
 حریجے تو معنے یہ ہو گئے کہ جب تک دنیا میں دو آدمی بھی حکمرانی کے اہل رہیں گے خلافت قریش  
 ہی کے قبضے میں رہے گی اب کیون نہیں اور بھی زیادہ اوچھل کر کہتے کہ یہ واقعات کے بالکل خلاف  
 ہے خلافت صد سال سے قریش کے قبضے سے نکل گئی اور ہرگز کوئی وقت ایسا نہ ہوا کہ دنیا  
 میں دو آدمی بھی حکمرانی کے اہل نہ ہوں۔ کیا سٹراہنی تاریخ دانی و تیز زبانی یہاں دکھا کر ثبوت  
 دینگے کہ اٹھارہ کمالات سو برس سے یا بجا خلافت مصری گیارہ کم چار سو برس سے دنیا میں  
 وہ شخص بھی قابل حکمرانی نہ ہے خامسا آپ کے نزدیک چار سو سو برس سے خلافت شرعیہ ترک  
 میں ہو تو ضرور ہے کہ وہ سب حکمرانی کے اہل ہوں کہ نااہل خلیفہ نہیں ہو سکتا معہذا قریش ہو سکا  
 تو انکی نااہلی کے باعث اور پھر و بجاتی نااہلوں کو یہ کونسا قانون الصلح ہو اور جب وہ اہل تھے  
 اور ہیں تو واجب کہ چار سو سو برس سے روز زمین پر کوئی دوسرا انسان قابل حکمرانی نہ ہو۔ وہ  
 دنیا میں وہ شخص اہل حکمرانی نکلتے اور خلافت قریش سے بجاتی اب اس پر ہی البطلان بات  
 کا ثبوت آپ کے ذمے ہے کہ سولہ اور چار سو برس سے تمام جہان میں سلطان ترکی کے سوا کوئی  
 مستنفس قابل حکمرانی پیدا نہ ہوا کاہل و بخل اور ایدان و مغرب و ہندوستان و غیر ہاتما ملک  
 خدا میں سب نرے نالائق گزرے پھر خدا جانے صد سال ادنیٰ حکومتیں ہیں کیسے سلطان  
 کافر کش دین پرور اور ملک زیب محی المملۃ والدین محمد عالمگیر بادشاہ غازی انار اسد تعالیٰ  
 بر باد اگر آپ کے نزدیک اس جرم پر کہ متشرع تھے اور کفار پر غلطت رکھتے نااہل تھے تو اگر



تو نالائق تھا جو آپ ہی کا ہم شرب اور اتحاد مشرکین کا دوا دہ تھا غرض پیشگوئی بنا کر تکذیب  
 حدیث کے سوا مسٹر کو کچھ معجزین سادہ سما آپ فرماتے ہیں تاریخ شاہد ہے کہ دو قریش بھی  
 حکمرانی کے اہل نہ رہے کسی تاریخ شاہد کہ سات سو یا چار سو برس سے تمام دور زمین  
 پر کوئی ہو قریشی دو ہاشمی دو سید ابن الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکمرانی کے لائق پیدا  
 ہی نہ ہوئے فضل انہی قوم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خاندان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 مال محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صد سال سے اوٹھالیا گیا اور ابن و ان کو بٹا کر  
 بعد بٹا لیکر آپ کے نزدیک مدار لیاقت وقوع پر رہے جس نے حکمرانی ناپائی نا اہل تھا جس نے پائی  
 اہل تھا تو ضرور آپ علیہ مرید صبیحہ بنی بنیہ کو لائق بتائینگے اور حضرت امام عرش مقام  
 علیہ و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ معاذ اللہ نالائق ٹھہرائینگے اور جب یہ معیار ہیں  
 بلکہ صفات ذاتیہ پر مدار ہے تو کیا آپھی سات سو یا چار سو برس سے آج تک کے تمام قریشیوں کی  
 حاجت کر لی ہے کہ نالائق تھے چار سو برس چھوڑے کسی ایک برس کے۔ سب قریشی جاتے  
 و تہجے صرف بنی ہاشم۔ سب بنی ہاشم بھی نہیں صرف سادات کرام کے فقط نام گنا دیجیے  
 کہ جہان بھر میں اوس سال یہ یہ سید تھے نام گنا بھی نہ سہی فقط کسی آل کو نام سادات  
 کی مردم شماری بتا دیجیے۔ جب اس قدر ہر قادر نہیں تو سات سو یا چار سو برس کے تمام عالم  
 کے نام قریشیوں کی حاجت آپھی ضرور کر لی اور معلوم کر لیا کہ سب نالائق تھے اور اب تک سب  
 نالائق ہیں۔ افسوس آپکا مبلغ علم ہی تار و پھ کی کہانیاں تھا اور پھر بھی ایسا جیتا افترا جوڑا انارک  
 ہزار سچے ہوں ایسا پوسے نشے کا ہڈیاں بکتے اور نصیب بھی مارا کی سابعاً فصل  
 اہل میں ائمہ کی تصریحیں گزریں کہ یہ حدیث خبر جیسے امر ہے اسے آپ نہیں تانتے کہ یہ وہی  
 ائمہ آپ کی شان انانیت کو دہر ہے نہ سہی خبر کیا پیشگوئی میں منحصر ہے جو محض خلافت طبع  
 ہوسا و اپنی طرف سے پھر نگاہ کی ضرورت پڑے کیونکہ کہیے جس طرح امام قرطبی د امام  
 حنفی د امام شافعی سے گزرا کہ یہ خبر تشریح ہے جو میں منصب شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

میں بھی جیسے وہ  
 وہی منہم والی روایت  
 اور قریش کی طوٹ  
 منہم اور وہی ان کی طوٹ  
 زبان کے آئے بارہ  
 میں جیسے جتنا دما  
 زبان کو بڑھاتے  
 کھلتے ہیں حالت  
 یہ جانکر اکتانہ  
 صلہ قبیلہ افتخار بیان  
 لاؤ اس میں  
 شہد علی شہوی  
 منہم



ہر اور اصلاً محتاج تاویل نہیں یعنی خلافت شرعیہ ہمیشہ قریش میں رہی اور ان کے غیر کی حکومت کبھی خلافت شرعیہ نہ ہوگی یہ خلافت کیلئے لازم قرینیت سے خبر ہوئی نہ کہ بلا فصل استمرار خلافت سے جسے خلافت واقعات کہے مثلاً گلاب کا کھلنا ہمیشہ موسم بہار میں ہوا سکے یہ معنی کہ پھول جب کھلیگا بہار ہی میں کھلیگا نہ یہ کہ گلاب سدا گلاب اور بہار بارہ مہینے شامنا قول بلا فصل استمرار ہی لیجئے تو کیوں نہ ہو کہ هذا الامر مراد استحقاق خلافت ہوا اور وہ بلاشبہ قریش میں استمرار اور انھیں میں منحصر ہے جس طرح امام عسقلانی سے گزر کر استحقاق خلافت قریش ہی کو ہوا و ناکا غیر نہ ہوگا مگر متغلب (۵۱) مسٹر نے یوہین مری حدیث الامۃ من قریش سے تشریح اور انے اور نری خبر بنانے کے لیے کیا کیا ڈوہتری

سوار پکڑے ہیں ص ۶۳ صحیح بخاری کے ترجمہ باب سے صاف واضح ہے کہ امام بخاری کا بھی

مذہب یہی ہے انھوں نے باب باندھا (الامر من قریش) قریش میں امارت و امار اس مضمون کا باب نہ باندھا کہ امارت ہمیشہ قریش ہی میں ہونی چاہیے۔ سچن اسر زہ اسٹری و لہڈری و ایڈیٹری۔ امام بخاری کی عادت ہے کہ الفاظ حدیث ترجمہ باب کرتے ہیں نیزہ الفاظ جو اونکی شرط پر نہ ہوں ترجمہ سے اونکا پتا دیتے ہیں حدیث انھیں لفظوں سے بھی انھیں سے باب باندھا نیزہ لفظ اونکی شرط پر تھے ترجمہ سے اونکا اشار کیا۔ اس سے سمجھ لینا کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے اور پھر اوسپر یہ حکم کہ صاف واضح ہے کہ کسد جہل فاضح ہے فتح الہادی شرح بخاری میں ہے لفظ الترجۃ لفظ حدیث اخرجہ یعقوب بن سفین و ابویعلی و الطبرانی ترجمہ باب کی عبارت اس حدیث کے لفظ ہیں جو یعقوب بن سفین و ابویعلی و طبرانی نے ابو یزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی پھر فرمایا لما لم یکن شیئاً منها علی شرط المصنف اقتصر علی الترجۃ و اور الذی صلو علی شرط یہ روایتیں شرط بخاری پر نہیں لہذا ان الفاظ کو ترجمہ میں لانے پر اقتصار کیا اور اونکے مؤید وہ حدیثیں لائے جو اونکی شرط پر نہیں (۵۲) ص ۶۴ ایک اور حدیث ہے کہ ضرور ہے



کہ بارہ خلیفہ ہوں سب قریش سے ہو گئے اس طرزیان نے ظاہر کر دیا کہ اس بارے میں جو  
 کچھ کہا ہو اس سے صرف آیندہ کی اطلاع مقصود ہے حکم و تشریع نہیں بارہ خلافتوں کی پیشگوئی  
 اگر خبر ہو تو دنیا بھر کی حدیثیں سب خبر ہیں اس زبردستی و دیدہ دلیری کی کوئی حد ہو سکتی  
 شارع حب کسی امر کے بارے میں کچھ پیشگوئی فرمائے تو اس میں جتنی حدیثیں ہیں سب حکم  
 شرعی سے خالی ہو جاتی ہیں اور سب کو بزور زبان اگرچہ اپنی طرف سے پھر لگا کر خبر پڑھ کر  
 دنیا و احباب ہو جاتا ہے ارشاد اقدس قل مواقر لشیاء لا نقد مواقریش کو مقدم رکھو  
 اور ان پر تقدم نہ کر دینا بھی امر دینی نہیں خبر ہو گا کیونکہ ان کی صرف دانی میں قدم مواصینہ مضاعف  
 ہو اور لا تقد مواصینہ معنی بات وہی ہے کہ یقیناً کمال حدیثیں (۳ تا ۵) ۱۰۶۵ حدیث نے حدیث غلطی  
 و حدیث قریش میں تطبیق دیتے ہوئے ضامان لکھا کہ اہل قریش والی روایت تشریع نہیں پھر خبری اولیٰ علیہ  
 و چالاک بل اخذ مواقریش والی روایت کہا جس سے حدیث الامراء من قریش و حدیث الائمة من قریش و  
 حدیث لا یرال ہذا الامر فی قریش کی طرف ذہن جائے حالانکہ ائمہ حدیث نے ہرگز نہ کہا کہ ان سے  
 تشریع ثابت نہیں نہ ہی خبر ہیں زیر نمبر ۴۴ کتب کثیرہ کے نام گنا چکا ہوں ان کی عبارتیں فصل  
 دل میں دیکھئے اور اس کذب صریح سے تو بہ کیجئے ائمہ حدیث کی اگر مانتے ہو تو ان کی ان روشن  
 تصریحوں سے کیوں منکر ہو تا پیا ائمہ نے حدیث غلطی سے جس حدیث کی تطبیق دی وہ یہ ہے  
 ان هذا الامر فی قریش لا یعاد یہما احد الا کبہ اللہ علی وجہہ ما اقاموا  
 الدین بیشک یہ امر قریش میں ہے جو ان سے عداوت کر گیا اللہ اسے اور اسے منہ گرا بیگا جبکہ  
 قریش دین قائم رکھیں اسے اگر خیر بتایا کہ یہ اقامت دین سے مقید ہے تو احادیث مطلقہ کا خبر ہو جاتا  
 کیوں لازم آیا وہ تشریع ہیں اور اپنے اطلاق پر یعنی شرعاً خلافت صرف قریش کے لیے ہے اور  
 خبری اور مقید یعنی وہ اپنے حق سے بہرہ مند رہیں گے جب تک دین قائم رکھیں جب اس سے  
 چھوڑیں گے خلافت جاتی رہیگی تا لثا عجب ہے کہ ایک حدیث خاص میں دو چار شراح نے جو  
 لکھا وہ تو ان کا دامن کپڑ کر سب احادیث کو بزور زبان عام کر لیا جائے اور خود ان باقی احادیث



میں جو ان کی عام جماعتوں نے لکھا اور مذہب اہل سنت و اجماع صحابہ بتایا وہ انہیں کے کلام سے روک دیا جائے اور کیا یحرفون الکلم عن مواضعہ کے سر پر سینگ ہوتے ہیں قرآن عظیم نے اسے خصلت یہود بتایا کہ بات کو اس کی جگہ سے پھیر دیتے ہیں راہی حاجب جماعت ائمہ حدیث کی پوشش و قاہر تصریحات میں کہ اجماع صحابہ و عقیدہ اہل سنت مقبول ہو تو ایک حدیث خاص میں ایک خاص وجہ سے ان کے دو چار کا کنا کیوں محبت ہو آپ تو مجتہدین سے بھی اونچے اور اتنے ہیں دو چار غیبت مقلدوں کا دامن نہ تھا یہ حدیث سے چلے حدیث میں ما اتوا اللہ من بعد جملہ لایعادلہم احد الا اکہ اللہ ہو اسی سے کیوں نہ متعلق ہو اس سے تو ذکر دور کے جملہ ان هذا الا مرا فی قریش سے کیوں جو رو دیا جائے وہ اپنے اطلاق پر ہے اور یہ قید اسی جملہ میں ہو جس سے متصل ہو تو سنی حدیث میں کہ بیشک شرعی خلافت قریش میں منحصر ہو دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہو سکتا اور قریش جب تک دین قائم رکھے ان کا مخالف ذیل و رسوا ہو گا اب اپنے اجتہاد کی جھڑکیوں کیے (۵ تا ۶) حدیث جلیلہ المائتہ من قریش پر ایک ہتھامن حیث السند ہی صاف کیا ہے ۱۰ الفاظ اور حضرت ابو بکر والی روایت بطریق اتصال ثابت ہی نہیں فتح الباری میں ہے المائتہ من القریش رجالہ رجال الصحیح و لکن فی سندہ انقطاع اولاً فتح الباری میں یہ حدیث مستند و الفاظ و اکثر طرق سے حضرت ابو ہریرہ علی حضرت امیر المومنین مولیٰ علی و حضرت انس بن مالک و حضرت ابو ہریرہ و حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بروایت یعقوب بن یحییٰ و ابویعلیٰ و طبرانی و ابو داؤد و طحاوی و ہزار و تاریخ امام بخاری و نسائی و امام احمد و حاکم ذکر کی یہ لفظ کہ اس کی سند کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں انقطاع ہو صرف صدیق اکبر سے روایت احمد کی نسبت لکھے ہیں کہ سند احمد میں صدیق سے اس کے راوی حضرت عبدالرحمن بن عوف احد العشرة المبشرة و فی اللہ تعالیٰ عنہم کے صاحبزادہ امام ثقہ تابعی جلیل حضرت حمید بن عبدالرحمن ہیں ان کو صدیق اکبر سے سماع نہیں فتح الباری کی عبارت مختصراً ہے و احادیث ابو ہریرہ و مولیٰ علی و بعض طرق حدیث انس ذکر کر کے کہا و اخرجه النسائی و

فتح الباری میں  
من القریش ثقہ حدیث  
میں ہو جی آپ نے  
اپنے کلام میں حدیث  
ان لغویوں سے لکھ کر  
رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر  
غلط نسبت کی تھی مگر  
امام ابن جریر تو اس انفرادی  
مصلحت کی نسبت  
نہ رکھے ۱۰ تا ۱۲ غفر لہ



البخاری ایضاً فی التاریخ و ابو یعلیٰ من طریق بکیر الجزری عن انس و لہ طرق متعدد  
 عن انس و لخریج احمد ہذا اللفظ من حدیث ابی ہریرۃ و من حدیث ابی بکر  
 الصدیق و رجالہ رجال الصحیح لکن فی سنیہ لا انقطاع و اخرجہ الطبرانی  
 و لما کم من حدیث علی بهذا اللفظ الاخیر یعنی نیز یہ حدیث امام نسائی اور امام بخاری  
 نے تاریخ میں اور ابو یعلیٰ نے بروایت بکیر جزری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی  
 اور امام احمد نے ہی لفظ الائمۃ من قریش حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے  
 روایت کی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے اور اس کے رجال رجال  
 صحیح ہیں مگر اس کی سند میں انقطاع ہے اور یہ حدیث طبرانی و حاکم نے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ  
 و جہ سے روایت کی انھیں نقطوں سے کہ لائمۃ من قریش مسطور نے اول آخر سب اور اگر  
 مطلقاً اس حدیث ہی پر حکم لگادیا کہ فتح الباری میں اس کی سند منقطع بتائی یہ کسی خیانت پر  
 شامیہ فصل اول میں گزرا کہ انھیں صاحب فتح الباری امام ابن حجر نے اسی حدیث الائمۃ  
 من قریش کے جمع طرق میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اسے چالیس کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہم کی روایت سے دکھایا حدیث متواتر کو کہنا کہ بطریق اتصال ثابت ہی ہیں کیسا  
 ظلم شدید و اغوائے جہال ہے اور پھر انھیں ابن حجر پاس کے تن کے منقطع السند بنانے کی تہمت  
 کیسی جرات پر دبال ہے شامیہ طرہ یہ کہ خود ہی مدہ پر کہے تھے احادیث اس بارے میں  
 جس قدر موجود ہیں سب صحیح ہیں اب یہاں یہ کہ بطریق اتصال ثابت ہی نہیں چاہی ہدف  
 بعد ہنسی مآخذ متبذلہ را بجاد ہیں ان کے متصل معانی بھی حق ہے کہ حضرت ابو بکر  
 نے جمع صحابہ میں اس کو پیش کیا اور کسی نے انکار نہ کیا اب اس حق کی سند میں بھی کلام  
 ہونے لگا۔ اگر یہ کلام اس کے حق ہونے میں خلل انداز ہے تو حق کو ناحق بنانے کی  
 کوشش کرنے والا کون ہوتا ہے اور اگر اس سے اس کے حق ہونے پر کچھ حرف نہیں آتا  
 تو رد و اعراض کے لیے کہنا اس سے بھی شرعاً اختصار قریش کے دعویٰ کو کوئی مدد نہیں



مل سکتی اولایہ الفاظ اور حضرت ابو بکر والی روایت بطریق اتصال ثابت ہی نہیں، کیسا  
 اغرائے جہال ہے، یہ ہے مشرک حدیث دانی اور ارشادات نبوت پر ظلم رانی۔  
 وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ



# تصانیف حضرت سلطان باہو

عسی  
حجۃ الاسرار

عسی  
کلید حنبت

عسی  
اورنگ شاہی

شرح  
دیوان باہو

عسی  
مجالستہ انبی

عسی  
حق باہو

عسی  
عین الحق

عسی  
اسرار حق

عسی  
رسائل باہو

عسی  
کلید التوحید

عسی  
محکم الفقراء

الرائیں پبلشرز

ملتان روڈ — لاہور